

تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد
ماہنامہ
الحقیقۃ
پاکستان
مارچ 2021ء
شبِ براءت اور شعبان شریف
نسبتِ رسول کی فضیلت
عالم کفر کی ریشہ دوانیاں اور امتِ مسلمہ
کشف المعانی
المکتوبات امام ربانی
سیرتِ طیبہ کا پیغام امن و عافیت
اخلاق
اداریہ
حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ
ہمارا امیر المجاہدین
ولی کامل کی یاد میں
نوجوانوں کے نام
مسائل دینیہ
جراتوں اور شجاعتوں کا قافلہ رواں دواں

فہرست

نعت مبارک

خدا کا حکم ہے سو مانگتا ہوں عطا فرمایئے جو مانگتا ہوں

نہ دولت نہ سخاوت میں کوئی کسر یہ مانا ہے جبھی تو مانگتا ہوں

خدا کو مانگتا ہوں مصطفٰے سے خدا سے مصطفٰے کو مانگتا ہوں

سوال ایسا نہ کوئی ایسا داتا انہیں سے اور انہیں کو مانگتا ہوں

خدا کو سب سے پیارا پیار جس کا میں اس پیارے کو یارو مانگتا ہوں

ترے حسن عطا کی خیر داتا نہ آیا مانگنا گو مانگتا ہوں

نہیں ممکن رہوں محروم اب بھی مجھے مجھ سے چھڑا دو مانگتا ہوں

اتر آئے مرے دل میں مدینہ دعا حق سے یہ رو رو مانگتا ہوں

دعا مرشد نے آسیؔ کو جو دی تھی

اثر اس کا عیاں ہو، مانگتا ہوں

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسیؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-٦٢

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

اخلاق حضور مفکر اسلام قدس سرہ النورانی

اسلام میں حسنِ اخلاق کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ نبی مکرم، رسولِ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اسے ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا...... (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والا، اُن میں زیادہ اچھے خُلق والا ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی امت میں بھی بہترین وہی ہیں جو ان میں بہترین اخلاق والے ہیں۔

اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا...... (بخاری و مسلم)

ترجمہ:۔ تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اخلاق تم میں بہتر ہوں۔

اولیاءِ کرام اسی خُلقِ عظیم کے مظہر ہیں، اسی لیے یہ اشاعتِ اسلام میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں۔

حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ، حُسنِ اَخلاق کے جس ذُروۂ علیا پر فائز تھے، ہمارے تصور سے بالاتر ہے۔ تاہم مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کے مصداق کچھ نمایاں تر پہلو پیش کیے جاتے ہیں۔

زُھد و اتقا: زُہد سے مراد ہے دنیا سے بے رغبت ہو جانا اور اتقا ہے خدا کی رضا کے لیے تقویٰ اختیار کرنا۔ بندہ مومن کے سامنے سلطانِ کائنات، مختارِ شش جہات حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اسوۂ حسنہ رہتا ہے۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے دنیا سے بے رغبت رہ کر سادگی کا جو انتہائی سبق آموز اور ایمان افروز مظاہرہ کیا، وہ اتباعِ سنّت کا ایک روشن باب ہے۔

لباس: حضور کے لباس میں سنت کے مطابق سفید شلوار قمیض، سفید کپڑے کی نقشبندی ٹوپی، ہاتھ یا کندھے پر سفید بڑا رومال (اسے بسا اوقات سرِ اقدس پر باندھ لیتے جس سے چہرۂ اقدس کی نورانیت دوچند ہو جاتی) اور پاؤں مبارک میں سادہ سی چپل (کالج دور میں کبھی براؤن رنگ کے بوٹ پہنے) گویا آپ کی شخصیت مبارکہ سادگی کا ایک مرقع تھی۔ آپ نے سفید عمامہ شریف بھی گاہے بگاہے اور کچھ عرصہ متواتر استعمال فرمایا۔

عمرِ عزیز کے آخری حصے میں ہاتھ مبارک میں عصا ہوتا تھا۔ جُبّہ شریف صرف عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے روز زیب تن فرماتے تھے۔ چند مرتبہ جمعۃ المبارک کے خطاب کے دوران بھی استعمال فرمایا۔ رات کو عموماً تہبند باندھتے۔ کبھی روایتی جیکٹ یا واسکٹ وغیرہ نہیں پہنی۔ سردیوں میں کبھی ایک سویٹر، کبھی ایک چادر اور کبھی دونوں استعمال فرماتے۔ پیراہن میں یہ سادگی بچپن تا یومِ وصال یعنی تمام عمر رہی۔ مگر اس سادگی میں بھی بلا کی ہیبت تھی کہ 'خود سر' دم بخود اور 'سنگدل'، 'نرم دل' ہو جاتے تھے۔ بڑی بڑی محفلوں اور تقریبات میں شرکت ہوتی تھی لیکن اسی وضع قطع کے ساتھ۔ ایک مرتبہ آپ ایسا سفید لباس پہن کر اپنے پیر و مرشد کی بارگاہ میں آئے جس پر ہلکی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا، 'لو جی !اب تو آسی صاحب بھی لکیروں والے کپڑے پہننے لگے'۔ آپ نے اس کے بعد ایسا لباس کبھی نہ پہنا جس پر کسی قسم کی لکیریں یا ڈیزائن بنا ہو۔ یونہی مشائخ کے لیے کلف لگے کپڑے سخت ناپسند فرماتے تھے۔

کالج میں آپ نے سیاہ اچکن اور جناح کیپ بھی پہنی ہے، جو سفید لباس کے ساتھ آپ کو خوب جچتی تھیں۔ یہ ہمارا قومی لباس بھی ہے اور وطن سے محبت کا آئینہ دار بھی۔ تاہم اپنے شیخ کے سامنے آپ نے اچکن اور جناح کیپ نہیں پہنی۔

جو لباس آپ زیب تن فرماتے وہ درمیانی قیمت کا ہوتا تھا۔ قیمتی لباس پسند نہ فرماتے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ قیمتی لباس یا جوتا نذر کیا گیا ۔فرماتے یہ زائد رقم جو خرچ کی گئی، کئی غریبوں کا تن اور پاؤں ڈھانپنے میں خرچ ہو سکتی تھی، چنانچہ کسی اور کو دے دیتے خود استعمال نہ فرماتے تھے۔

فضول خرچی سے روکنے کے لیے حضور اکثر اس آیہ کریمہ کا حوالہ دیتے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط....... (بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ بے شک اڑانے والے (یعنی فضول خرچ) شیطانوں کے بھائی ہیں۔ (کنز الایمان)

غذا: لباس کی طرح آپ غذا کے معاملے میں بھی سادگی پسند تھے۔ مرغن کھانوں کی رغبت نہیں تھی۔ اتباعِ سنت میں کدو شریف مرغوب تھا۔ ایک مرتبہ جناب حافظ محمد عمران صاحب کدو شریف کا تھیلا پکڑے ہوئے آئے۔ دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا، 'جلدی جلدی پکا کر لاؤ، ہم نے کدو شریف کھانا ہے'۔ نہایت قلیل غذا کھاتے تھے۔ اگر کسی نے چاول یا سالن وغیرہ زیادہ ڈال دیا تو کسی نوجوان کو دے دیتے کہ اسے زیادہ ضرورت ہے۔

لوگ دعوت کرتے تو عموماً انواع و اقسام کے کھانے سامنے رکھ دیتے۔ آپ سمجھا دیتے اور کبھی جلال میں آ جاتے کہ آخر پیٹ کو گرم رکھنا ہی تو مقصود ہے تو پھر اس قدر اہتمام کی بجائے سادگی سے کیوں نہیں۔

ہر جمعۃ المبارک کو نمازِ جمعہ کے بعد سے نمازِ عصر تک 'عُرسِ حضور نقش لاثانی علیہ الرحمۃ' کی ہفتہ وار محفل کرواتے۔ اس کے بعد وسیع لنگر شریف ہوتا۔ جس میں چاول اور دال ہوتی (جو پتلی ہوتی تھی اور اس میں تھوڑا سا قیمہ بھی ڈالا ہوتا)۔ اس کھانے کو بھی حضور نہایت پسند فرماتے اور شوق سے تناول فرماتے تھے۔ لوگ بھی بہت محبت و رغبت کے ساتھ اسے کھاتے تھے۔

حضور مدرسے کے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی تلقین ہوتی۔ فرماتے، 'قرآنِ پاک پڑھنے والے ان بچوں کے ساتھ مل کر کھانا بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے'۔ حیاتِ مبارکہ کے آخری سال ڈیڑھ سال علالتِ طبع کے سبب ایسا نہ کر سکتے اور کمرے میں ہی تناول فرما لیا کرتے، تو بھی ان بچوں کی خوراک کا خصوصی خیال رکھتے۔

سالکین اور معتقدین کا جمِ غفیر ہر وقت حاضرِ بارگاہ رہتا تھا۔ لنگر شریف کے اوقات میں ان کو بھی شریکِ طعام کیا جاتا۔ حضور ان کے ساتھ بیٹھ کر لنگر شریف تناول فرماتے، علیحدہ اپنے لیے کبھی کچھ پسند نہ فرمایا۔ جب طبیعت مبارکہ ناساز رہنے لگی اور ڈاکٹر حضرات نے کھانے کا خصوصی خیال رکھنے کا کہا، پھر بھی وہی کھاتے جو دوسروں کے لیے اہتمام ہوتا۔ یہ بات بھی نہایت قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے کبھی کھانے میں نقص نہیں نکالا۔ اتباعِ سنت میں کھانا تناول فرماتے تھے چنانچہ نمک مرچ وغیرہ کی کمی بیشی کبھی محسوس نہیں کی۔ محترم حاجی عبدالرزاق صاحب (ڈسکوی) بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ کے حکم پر ہم نے چکھا تو نمک مرچ کا تناسب صحیح نہ ہونے کے سبب کھانا دُشوار محسوس کیا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ حضور ایسی صورتحال میں آپ اتنے اطمینان کے ساتھ کیونکر کھا رہے ہیں؟ آپ نے چونک کر فرمایا، 'میرا تو اس طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا'۔

<u>رہائش:</u> رہائش وغیرہ کے سلسلے میں بھی آپ کو سادگی ہی پسند تھی۔ آپ کو عالیشان عمارات سے تنفر تھا۔ بکنور (جہاں آپ کے ایامِ طفولیت گذرے) میں آپ کا مکان بالکل خستہ حال تھا۔ پھر حضور نقشِ لاثانی علیہ الرحمہ کے حکم پر اس کی حالت قدرے بہتر کی گئی۔ جب آپ کا خاندان پھگواڑی شریف منتقل ہوا، تو یہاں کے مکانات بھی درویشانہ طرزِ بود و باش کے آئینہ دار تھے۔ اس دوران بغرضِ تعلیم و تعلم مختلف شہروں میں رہنا پڑا۔ کبھی ہاسٹلز میں اور کبھی کرائے کے مکانوں میں۔ بالآخر شکر گڑھ کے 'محلہ اسلام آباد' میں کچھ عرصہ مقیم رہے۔ یہاں احباب و متوسلین کا ہجوم تصنیف و تالیف میں مانع ہوا تو عارفِ حقانی پیر سید عابد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے چوہدری گلزار احمد صاحب ایس ڈی او واپڈا کے ہاں دن کے کچھ حصہ میں ٹھہراؤ کا انتظام فرما دیا۔ چند سال یہی سلسلہ چلتا رہا۔ بالآخر <u>۱۹۹۷ء</u> میں اہالیانِ فیصل ٹاؤن کے پر زور اصرار پر اُن کے ہاں مستقل سکونت کا ارادہ کر لیا۔ ابتداء میں یہاں بھی تقریباً ایک سال کرائے کے مکان میں قیام رہا۔ یہاں آتے ہی پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ 'فیصل ٹاؤن' کو ''نقشِ لاثانی نگر'' بنا دیا۔ اسی عرصہ میں چوہدری گلزار احمد صاحب کے ہاں سے سکونت بھی موقوف ہو گئی۔ فروری <u>۲۰۰۰ء</u> میں ذاتی مکان کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اس دوران آپ کی مسلسل ہدایت تھی کہ سادہ ترین اور بقدرِ ضرورت عمارت کی تعمیر کی جائے اور نمود و نمائش اور اسراف سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

<u>اندازِ تکلم:</u> حضور کا اندازِ تکلم کسی قسم کے تصنع یا بناوٹ سے پاک ہوتا تھا۔ اس انداز میں اس قدر روحانیت ہوتی کہ ایک ایک لفظ 'زندگی' بن کر دل میں اترتا جاتا۔ بے مقصد بات چیت کا تو تصور ہی محال ہے۔ حضور شاہِ لاثانی علیہ الرحمہ کا یہ قول سنایا کرتے کہ 'ضرورت سے زیادہ گفتگو انسان کے لیے منع ہے اور درویش کے لیے تو زہرِ قاتل ہے'۔ صوفی محمد حسین صاحب (ٹرپئی والے) آپ کے پیر بھائی تھے۔ کبھی کبھار آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دینے آتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ عصر کے بعد مغرب تک خاموش رہا کرتے تھے اور اس دوران کسی سے ہمکلام ہونے کی بجائے ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ آپ ان کے اس طرزِ عمل کی تحسین فرماتے تھے۔ حضور کے حلقہ نشین بھی آپ کی صحبتِ بابرکت کے زیرِ اثر سیدھے سادے انداز میں گفتگو کرتے تھے۔

حضور خاموش ہوتے تو کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی کہ آپ کی خاموشی میں غضب کا جلال تھا، اگرچہ آپ کے لبہائے مبارکہ پہ تبسم

رقص کر رہا ہوتا۔ اور محوِ گفتگو ہوتے تو کسی کی کیا مجال تھی کہ قطعِ کلام کرے۔ آپ کی گفتگو کے اسّی فیصد حصے کا موضوع عشقِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ہوتا تھا یا پھر ذکرِ شیخ اور باقی بیس فیصد میں تبلیغی سرگرمیوں کے لیے خدام کو ہدایات ہوتی تھیں۔

آپ ایسا کلمہ زبانِ اقدس پہ نہ لاتے جس سے کسی کی دلآزاری ہوتی ہو۔ اندازِ گفتگو نہایت دل موہ لینے والا تھا۔ جو گفتگو سن لیتا، گرویدہ ہو جاتا۔ اپنوں کے لیے زبان کی چاشنی کا بیان ناقابلِ بیان ہے البتہ گستاخانِ انبیاء واولیاء کے لیے انداز خاصا سخت وتلخ ہوتا کہ یہ ایمان کی دلیل ہے (اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ وَرُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ)۔ آپ کی پُرسحر باتوں سے بلاشبہ ہزاروں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں۔ اور یہ اولیاء اللہ کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے طرزِ تکلم سے دنیا والوں کے قلوب واذہان کو انقلاب آشنا کر دیتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے، ”زبان کی حفاظت سے دل پر اچھا اثر پڑتا ہے“۔ اس گدائے بارگاہِ اقدس کی چند باتوں کے سبب ایک صاحب کو تکلیف ہوئی تو حضور نے دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی ارشاد فرمایا: "بات کرتے وقت نہایت احتیاط کی ضرورت ہے"۔

زُہد وتقویٰ سے متعلق چند مزید واقعات:

☆...... بہاولپور عرصۂ تدریس کے دوران ایک مرتبہ لالٹین سے تیل ختم ہو گیا۔ آپ نے ایک شاگرد کو (کسی قریبی دکان وغیرہ سے) تیل لانے کو بھیجا۔ وہ بجائے دکان سے لانے کے ہاسٹل ہی سے لے آیا، چنانچہ جلدی آ گیا۔ آپ نے اتنی جلدی آ جانے کا سبب دریافت فرمایا تو عرض گذار ہوا کہ ہاسٹل سے لایا ہوں۔ فرمایا نہیں لانا چاہیے تھا۔ پھر جب تک تیل کی قیمت کا اندازہ کر کے آپ نے اتنے پیسے ہاسٹل والوں کو ادا نہ کر دیے، آپ کو چین نہ آیا۔

☆...... شکر گڑھ ہائی اسکول میں بعض طلباء نے یہ کام شروع کر دیا کہ کہیں نہ کہیں سے کھوٹے سکّے لے آتے اور انہیں دکانوں پر استعمال کرتے۔ جب یہ معاملہ زیادہ بڑھا تو آپ نے سمجھایا اور یہ اعلان کیا کہ جن کے پاس کھوٹے سکّے ہوں وہ مجھے دے کر اصلی سکّے لے جایا کریں۔ متعدد لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ کسی نے پوچھا کہ جناب آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا، ”یہ میرے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی امت کے بچے ہیں جو ایک حرام کام کا ارتکاب کر رہے تھے۔ میں انہیں حرام اور دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے ایسا کر رہا ہوں“۔

خود نمائی سے پرہیز

حضور قبلۂ عالم علیہ الرحمہ ریا، تکلّف اور نمود ونمائش کو بہت برا جانتے تھے۔ آپ خود بھی سراپا اخلاص تھے اور اخلاص ہی کی قدر کرتے تھے۔ اپنی تعریف ذرّہ برابر بھی گوارا نہ تھی۔ حضور امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے کو بہت ناپسند فرمایا ہے۔ مردانِ کامل نفس کے جملہ حربوں سے باخبر ہوتے ہیں اور ایسے ہر موقع پر ہشیار رہتے ہیں۔ محافل ومجالس کے دوران بہت سے لوگ آپ کی شانِ اقدس کے حوالے سے کچھ کہنا چاہتے، مگر آپ انہیں روک دیتے اور کبھی سختی کے ساتھ منع فرما دیتے۔

آپ کو ”صدرِ محفل“ یا ”صاحبِ دیوان“ کی طرح تکیہ وغیرہ لگا کر بیٹھنے کی عادت نہیں تھی۔ آپ کی آمد پر کسی کو اجازت نہیں تھی کہ سپیکر پر آ کر لمبے چوڑے القاب بولے یا پیرِ طریقت وغیرہ کہے۔ فرماتے، ”میں تو اولیاء کا گدا ہوں“۔ یونہی کہیں جاتے تو ہمراہیوں کو پیر وغیرہ کے الفاظ سے اپنا تعارف کرانے سے منع فرما دیتے۔ سیالکوٹ میں ’ختمِ نبوّت سیمینار‘ کے موقع پر یہ خادمِ بارگاہ تقریر کر رہا تھا کہ حضور تشریف لے آئے۔ مجمع کے تمام لوگ

کھڑے ہوگئے اور نعرے لگنے لگے۔ اس عاجز نے آپ کی تشریف آوری کا اعلان القابات کے ساتھ کیا۔ بعد میں اس 'حرکت' پر خاصی سرزنش ہوئی۔

ایک مرتبہ موضع چک نہالہ (جوشکر گڑھ کی سرحد پر آخری دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے) کے لوگوں نے آپ کو تشریف آوری کی دعوت دی۔ آپ متعدد افراد کے ساتھ جب گاؤں کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ گاؤں کے سینکڑوں مرد گھروں سے نکل کر اور عورتیں اور بچے چھتوں پر چڑھ کر آپ کی زیارت واستقبال کے لیے بے تاب ہیں۔ حضور کو اتنی شان وشوکت کے ساتھ اپنا استقبال کیا جانا منظور نہ تھا چنانچہ اور لوگوں کو تو آگے روانہ کر دیا اور خود کار سے اتر کر موٹر سائیکل پر کسی کے ساتھ سوار ہو گئے۔ پھر سفید رومال سرِ اقدس پر رکھا، جس نے چہرہ مبارک کو اطراف سے ڈھانپ لیا، یوں اس ہیئت کے ساتھ وہاں پہنچے کہ خود نمائی کی صورت نہ بنے۔ یہاں پورے گاؤں اور ارد گرد کے دیہاتوں کے لاتعداد افراد بیعت ہوئے۔ لیکن حضور نے کسی موقع پر بھی انکساری وعاجزی کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا اور متواضع رہ کر نماز روزہ وغیرہ کی ادائیگی کی لوگوں کو تلقین کرتے رہے۔ یہ ایک مرتبہ کی بات نہیں، بارہا ایسے مواقع آئے اور ہمیشہ حضور نے تواضع اختیار کی۔ یاد رہے کہ حضور کے وصال کے بعد اس گاؤں کا نام اہلِ دیہہ نے آپ سے والہانہ وابستگی کے باعث 'حضرت آسی نگر' رکھ دیا ہے۔

ہمارے ہاں پیر اسے سمجھا جاتا ہے، جس نے خوبصورت لباس زیب تن کیا ہو، بڑا سا عمامہ سر پر باندھا ہو، ہاتھ میں تسبیح ہو، مریدوں کا ہجوم ہمراہ ہو، آگے پیچھے گاڑیاں ہوں وغیرہ وغیرہ، یعنی خوب ٹھاٹھ باٹھ ہوں۔ مگر حضور کا عمومی انداز یہ تھا کہ کہیں تشریف لے جانا ہوتا تو سادہ سے لباس میں ایک دو اور کبھی محض تین افراد کے ساتھ ایک ہی سواری پر (حسبِ ضرورت کبھی موٹر سائیکل پر اور کبھی کار پر) تشریف لے جاتے کہ کسی پر بوجھ نہ ہو۔ تسبیح ہاتھ میں رکھنا مناسب نہ جانتے کہ نمائش کا پہلو نکلتا ہے، تاہم اکیلے ہونے کی صورت میں ایسا ہوتا کہ اگر کبھی مسجد میں بیٹھے ذکر وغیرہ کرنا ہوتا تو تسبیح والے ہاتھ پر وہ بڑا سفید رومال رکھ لیتے جو آپ کے لباس کا حصہ تھا۔ اس طرح عام آدمی مطلع نہ ہوتا کہ آپ ذکرِ الٰہی میں مصروف ہیں۔

ہفتہ وار حاضری نیز خاص تقریبات کے لیے دربار شریف (پیر خانے) جاتے تو یہاں سختی کے ساتھ ہدایت تھی کہ کوئی جوتا (مبارک) نہ پکڑے۔ نیز ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑے ہونے، ہاتھ چومنے یا کسی بھی ایسے فعل کو معیوب سمجھتے جس سے آپ کی تعظیم کا اظہار ہوتا۔ فرماتے، "پیر خانے غلام بن کر حاضر ہوتا ہوں، پیر بن کر نہیں"۔ پیر خانے لنگر شریف کھانے لگتے تو جو روٹی اوپر ہوتی، اسے کھاتے۔ اگر اٹھانے پر روٹی اَدھ جلی ہوتی تو بھی اسے ہی کھاتے۔ ایک مرتبہ کی روئیداد سنئے۔ دربار شریف حاضری میں اس خادم بارگاہ کو بھی ساتھ لے لیا۔ مزارات پر سلام کے بعد حضور نقشہ نقشِ لاثانی پیر سید عابد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے لنگر شریف کے لیے ایک کمرے میں بٹھایا۔ یہ عاجز آپ کے دامانِ کرم سے ابھی نیا نیا وابستہ ہوا تھا، چنانچہ ادب آداب کی باریکیوں سے قطعی طور پر نابلد تھا۔ لنگر شریف کھاتے ہوئے اس کم عقل نے ایک روٹی جو اٹھائی تو اس کا کچھ حصہ سیاہ دیکھ کر اسے چھوڑ کر دوسری اٹھانے لگا۔ حضور کے چہرۂ اقدس پر ناپسندیدگی کے آثار نظر آئے۔ آپ نے وہ پہلی ہاتھ سے لے کر خود کھانی شروع کر دی۔ اس ادا سے دراصل اس عاجز کی تربیت مقصود تھی کہ پیر کے دَر کا لنگر ظاہری صورت کے اعتبار سے جیسا بھی ہو، عقیدت ورغبت سے کھائے کیونکہ یہ وسیلہ صد برکات ہے۔ اس معاملے میں بے رغبتی کا اظہار غرور وتکبر کی علامت ہے نیز اس سے خود نمائی جھلکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سگِ بارگاہ ساری عمر بیوقوفیاں ہی کرتا رہا اور وہ بندہ نواز، کریم آقا اپنی شانِ عفو ودرگزر سے کبھی پردہ پوشی اور کبھی اصلاح ہی فرماتے رہے۔

المختصر! آپ نے دنیا کے سامنے خود کو منوانے کی ہرگز کوشش نہیں کی اور پیر خانے آکر تو اپنی ہستی کو بالکل ہی فنا کر دیا۔ ادھر پیر خانہ بھی تو 'لاثانی' تھا۔ جس نے اپنے اس 'لاثانی غلام' کو اس دَور کا 'لاثانی پیر' بنا دیا۔

احترامِ آدمیت

آدمیت احترامِ آدمی باخبر شو از مقامِ آدمی (اقبال)

احترامِ آدمیت اور مساواتِ انسانی کی صحیح عملی تفسیر دیکھنا ہو تو آج بھی حضور رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سچے غلاموں کی زندگی کا نقشہ دیکھئے اور ان کی خانقاہوں کی زیارت کیجئے۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ اسلامی تعلیمات کا منہ بولتا پیکر تھے۔ آپ کی خانقاہ میں آنے والے کسی شخص نے کبھی یہ منظر نہ دیکھا ہو گا کہ آپ چارپائی یا کسی اونچی مسند پر بیٹھے ہوں اور مریدین سامنے نیچے بیٹھے ہوں۔ بلکہ ان کے لیے کرسیوں یا چارپائی وغیرہ کا اہتمام ہوتا تھا اور یہ بات تو روزمرہ کا معمول تھی کہ کوئی صاحب آئے اور دست بوسی کے بعد نیچے بیٹھنے لگے، آپ نے فوراً فرمایا، اوپر بیٹھو۔ اگر وہ پھر بھی زمین پر بیٹھنے کی کوشش کرتا تو کسی کو کہہ کر اسے بازو سے پکڑ کر کرسی وغیرہ پر بٹھا دیا جاتا۔ کبھی یوں بھی ہوتا کہ زیادہ لوگ آجانے کے سبب کرسیاں کم پڑ جاتیں، ایسی صورت میں چٹائی وغیرہ بچھا کر آپ خود بھی نیچے آ کر ان کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ آنے والا اپنی اس عزت افزائی اور قدر پر متعجب ہوتا۔ آپ کے 'خوانِ نعمت' کی داستان بھی سنئے:

آپ کے ہاں لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بہت رہتا اور ہر وقت لنگر جاری رہتا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی لنگر شریف یا چائے پانی وغیرہ کے بغیر گیا ہو۔ تقسیم طعام کے بعد ہر ایک پر نظر فرماتے تا کہ کوئی محروم نہ رہ جائے۔ مسجد میں کوئی مسافر آتا تو کسی کو بھیج کر اسے بھی بلوا لیتے۔ امراء و فقراء سب ایک ہی صف میں بٹھائے جاتے۔ سب مہمانوں میں یکساں طعام تقسیم ہوتا۔ کسی امیر یا رئیس کے لیے کوئی تخصیص نہ تھی۔ وہی سادہ و بے تکلف کھانا سب کے لیے 'خوانِ نعمت' ہوتا تھا۔

محلہ اسلام آباد (شکر گڑھ) میں قیام کے دوران بھی جمعۃ المبارک کے بعد 'عرسِ حضور نقشِ لاثانی' کی مختصر محفل پھر نمازِ عصر اور اذان کے بعد بڑے پیمانے پر لنگر شریف کی تقسیم ہوتی تھی۔ اس ہفتہ وار محفل میں دو مفلوک الحال شخص اکثر شمولیت اختیار کرتے تھے۔ ایک کی بینائی نہ ہونے کے برابر اور دوسرے کا ذہنی توازن خراب تھا۔ نیز ان کا حلیہ بھی کچھ اس طرح کا ہوتا تھا کہ کوئی بھی ان کے قریب بیٹھنا پسند نہ کرتا تھا۔ حضور ان کو اپنے پاس بٹھاتے اور بعد از طعام چپکے سے ان کو کچھ نقدی بھی عطا کیا کرتے تھے۔

آپ کے بھانجے اور موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ محمد عطاء الحق صاحب نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ نے آپ کے ہاں پرورش پائی تھی۔ ان کے بھی ماشاء اللہ تین صاحبزادے ہیں۔ ان تمام کو سختی کے ساتھ ہدایت تھی کہ آنے والوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئیں اور تواضع و عاجزی اختیار کریں۔ الحمدللہ ان سب نے اس پر خوب عمل کیا اور عموماً صاحبزادگان کے لب و لہجے میں جو رعونت و خشونت ہوتی ہے، یہ سب اس سے پاک تھے اور ہیں۔

حضور نے مریدین سمیت کسی کے لیے کبھی 'تو' کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ پنجابی میں گفتگو کرتے تو 'تُسیں' اور اردو میں فرماتے تو 'آپ' کا لفظ استعمال فرماتے۔ کبھی ایسے نام سے کسی کو نہیں پکارا جو اسے ناگوار گزرتا۔ ایک زمانہ آپ کے حُسنِ خُلق کا گرویدہ تھا۔ ہاں! اگر آپ کے نزدیک کسی کا مقام و مرتبہ ہوتا تو اس کی ذات برادری، امیری غریبی، عزت و شہرت یا عہدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ حسنِ قرأتِ قرآن، نعت گوئی، جذبۂ تبلیغِ دین یا زُہد و تقویٰ جیسے اوصاف کے سبب ہوتا تھا، اور یہ اس قرآنی حکم کے عین مطابق تھا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ...... (الحجرات)

ترجمہ: بے شک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

شفقت و رحمت

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ لوگوں پر اور بالخصوص بیواؤں، یتیموں اور غریبوں پر نہایت شفیق تھے۔ ان کی مالی معاونت اس طرح کرتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ضرورتمندوں کی امداد کے جو واقعات آج ہمیں کسی نہ کسی طرح سے معلوم ہوئے ہیں وہ کل واقعات کا عشر عشیر بھی نہیں۔ کتنے ہی غریب ایسے ہیں کہ جن کی ضروریات کے لیے حضور نے کسی کے ذریعے رقم بھیجی اور اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی سخت تاکید کی۔ کتنی ہی بچیاں ایسی ہیں کہ ناداری کے سبب جہیز نہ ہونے کی وجہ سے گھر بیٹھی تھیں، مگر حضور کی مالی معاونت سے باعزت طریقے سے رخصت کی گئیں۔ یہ عاجز ذاتی طور پر متعدد بیواؤں اور مساکین کو جانتا ہے، جن پر حضور کبھی اس کی معرفت اور کبھی کسی اور کے ذریعے ماہانہ نقد رقم بھیجا کرتے تھے۔ (ناموں کا تذکرہ مناسب نہیں)۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور کسی محتاج یا ضرورت مند کی ضرورت کو دیکھتے تو بے چین ہو جاتے تھے، کبھی اپنی ضروریات کو نظر انداز کر کے ان پر مہربانی فرماتے، کبھی ادھار لینا پڑتا تو ادھار لے لیتے اور کبھی اس کی صورت یوں بنتی تھی کہ مخیّر حضرات کے ذریعے نادار لوگوں کے باقاعدہ ماہانہ وظیفے لگا دیے جاتے تھے۔ آپ کی اسی مسکین نوازی کا اثر ہے کہ آپ کے حلقۂ ارادت میں بھی غریب لوگ زیادہ ہیں۔

آپ کی شفقت و رحمت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ جامعات کے طلباء کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ مار پٹائی کے ذریعے تعلیم کو ناپسند فرماتے تھے اور اشد ضرورت کی صورت میں اتنی سرزنش کی اجازت دیتے تھے جس سے طالب علم شرم محسوس کرے نا کہ اذیت۔ یونہی آپ کی زیر سرپرستی جتنے سکول، کالج اور دینی ادارے تھے، سب میں اساتذہ کو یہی تلقین تھی کہ 'حکمت' اور 'مواعظِ حسنہ' کو مقدم رکھا جائے نہ کہ محض مار پٹائی کو ذریعۂ تدریس بنایا جائے۔

وہ خدام جو سالہا سال آپ کی بارگاہ میں رہے، گواہ ہیں کہ آپ کے لفظوں کی مٹھاس روح کی گہرائیوں تک اتر جاتی تھی۔ کبھی آپ کے طرز عمل نے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ اگر شاذ و نادر حضور نے اصلاح کے لیے سخت الفاظ استعمال کیے، تو بعد میں نوازشات کی انتہا کر کے اسے راضی بھی کیا۔

وہ لوگ جو اپنی بدعملی کی وجہ سے اور لوگوں کی نظر میں معتوب تھے، آپ کی شفقت و رحمت سے دور نہیں تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ 'نفرت گناہوں سے کرو، گناہگاروں سے نہیں'۔ ایک مرتبہ نہایت مشفقانہ انداز سے فرمایا 'مجھے گناہگاروں سے محبت ہے'۔ اس فرمان کا سیاق و سباق کی روشنی میں مفہوم یہ تھا کہ وہ گناہگار جو اپنے اعمال پہ سخت نادم ہیں، البتہ دنیا انہیں ان کی حرکات کے سبب قابلِ نفرت جانتی ہے، میں انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے ناامید ہونے کی بجائے امیدوار ہونے کی ترغیب دیتا دلاتا ہوں یا یہ کہ میں ان گناہگاروں سے محبت کرتا ہوں تا کہ میرے حسنِ سلوک سے وہ توبہ کریں اور شاہراہِ مستقیم پہ گامزن ہوں۔

انفاق فی سبیل اللہ

انفاق فی سبیل اللہ کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔

تاجدارِ ولایت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقشِ لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے پاس ایک بہت خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑی تھی جو ہم سب کو یہاں تک کہ حضور شاہِ لاثانی علیہ الرحمہ کو بھی بہت پسند تھی۔ ایک دن فرمانے لگے، 'یہ گھوڑی ہم سب کو بہت پسند ہے لہٰذا یہی فی سبیل اللہ نذر کر دینی چاہیے'۔

ہم سب نے عرض کیا، حضور اس کے بدلے کوئی اور گھوڑی یا اس کی قیمت خیرات کر دیں۔ مگر آپ نہ مانے اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔

پھر وہی گھوڑی سرہند شریف بطور نذرانہ بھیج دی۔

حضور مفکرِ اسلام اپنے اسلاف کی روایات کے امین تھے۔ چنانچہ انفاق فی سبیل اللہ کے معاملے میں بھی آپ نے درخشندہ مثالیں قائم کیں۔ زرعی زمین اور تنخواہ یا پنشن سے جو ملتا تھا، سب 'جامعہ انوار لاثانی برائے طلباء' اور 'جامعہ انوار لاثانی برائے طالبات' کے طلباء و طالبات کے قیام و طعام اور دیگر ضروریت کے لیے وقف تھا۔ یونہی آپ کا لنگر شریف نہایت وسیع تھا۔ جو خاص و عام سینکڑوں افراد کے لیے چوبیس گھنٹے جاری تھا۔ اس میں کم و بیش دو من آٹا روزانہ پکتا تھا۔

راہِ حق میں 'اہراقِ دم' (خون بہانا) بھی آپ کو بے حد عزیز تھا۔ حدیث پاک کی رو سے ۱۰ ذی الحجہ کو بارگاہ خداوندی میں یہی عمل مقبول ترین ہوتا ہے۔ آپ ہر سال ۳ یا ۴ بکروں کی قربانی دیا کرتے تھے۔ نیز قیامِ سیالکوٹ کے دوران بلاناغہ پیر خانے حاضری، دیگر شہروں سے کثرت کے ساتھ حاضری اور بعد وصال شیخ شکر گڑھ سے ہفتہ وار حاضری زرِ کثیر خرچ کرنے کی متقاضی تھی۔ یہ کثیر خرچ بھی محض رضائے خدا کے لیے ہوتا تھا۔

حضور سال میں تین بڑی تقریبات منعقد کرواتے تھے۔ ایک جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (۱۲ ربیع الاول شریف)، دوسری بسلسلۂ شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۰ محرم الحرام) اور تیسری عرس شہنشاہِ ولایت حضور نقشِ لاثانی علیہ الرحمہ (۲ ذی الحجہ)۔ ان کے علاوہ خلفائے راشدین علیہم الرضوان، سیدہ خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام المومنین سیدۃ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، شہدائے بدر، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ، سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمہ، سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ، اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نیز متعدد مشائخ اور قائد و اقبال علیہما الرحمہ کے مقدس ایام پر تقریبات کا سلسلہ پورا سال چلتا رہتا تھا۔ ہفتہ وار عرسِ حضور نقشِ لاثانی کی تقریب (ہر جمعۃ المبارک بعد نمازِ عصر تا نمازِ مغرب) اس کے علاوہ تھی۔ ان تمام کا انعقاد کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لکھوکھا روپیہ خرچ ہوتا تھا اور حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ بفضلِ خدا و مصطفےٰ (جل و علیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور بنظرِ شیخ کریم خرچ کرتے تھے اور مقصد محض رضائے خدا اور رسول (جل و علیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا حصول ہوتا تھا۔ پھر ان تقریبات میں قاری و نعت خواں حضرات نیز مقررین کو نقد رقم سے بھی خوب نوازا جاتا تھا۔

رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں پورا ماہ نمازِ عصر کے بعد درسِ حدیث ارشاد فرماتے جو وقتِ افطار تک چلتا اور بعد میں افطاری کروائی جاتی۔ یہاں بھی سینکڑوں افراد موجود ہوتے تھے۔ اگرچہ روزانہ مختلف حضرات انتظامِ طعام کرتے تھے لیکن یہ سب کے سب آپ کے مریدین و

معتقدین ہوتے تھے اور بعض افطاریاں خالصتاً آپ کی طرف سے ہوتی تھیں۔

المختصر! حضور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے قطعاً نہ ہچکچاتے تھے اور جو پاس ہوتا راہِ خدا میں بے دریغ لٹا دیتے تھے۔

جودو سخا

جودوسخا یا سخاوت اور بُخل یا کنجوسی دو متضاد وصف ہیں۔ احادیث میں سخاوت اور سخی کی تحسین کی گئی ہے جب کہ بخل اور بخیل کی مذمت۔

اولیاءاللہ کو قدرت نے سخاوت کا وصف وافر مقدار میں عطا فرمایا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ولایت وسخاوت لازم وملزوم ہوں۔ حضور قبلۂ عالم مفکر اسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سخاوت کا دریا تھے۔ آپ کا دستِ رحمت، ابرِ کرم تھا جو متواتر برستا اور اپنوں بیگانوں کو سیراب کرتا رہتا تھا۔ 'انفاق فی سبیل اللہ' اور دیگر عنوانات کے تحت اس کا کسی حد تک تذکرہ ہو گیا۔ چند جھلکیاں یہاں حاضر ہیں۔ اہلِ عقیدت آپ کی خدمت میں نذرانے پیش کرتے تھے۔ ازراہِ دلجوئی قبول فرما لیتے مگر کبھی نقدی جیب میں نہیں ڈالی (حضور جیب میں روپے پیسے نہیں رکھتے تھے۔ کسی نہ کسی مقرب بارگاہ کے پاس ہوتے تھے جس کے ذمے لنگر شریف اور دیگر ضروریات کا خیال رکھنا ہوتا تھا۔ کبھی تنخواہ لیتے نہیں گئے۔ یہ کام کوئی اور انجام دیتا تھا) فوراً کسی ضرورتمند کو دے دی، یا مولوی صاحبان یا طالب علم پاس ہوتے تو ان کو عنایت فرما دیتے اور کبھی لنگر شریف کے لیے رکھ چھوڑتے تھے۔

بارہ ربیع الاول شریف کو مولوی اور درویش حضرات کو لاتعداد سفید سوٹ عطا فرمائے جاتے تھے۔ صدقہ وخیرات کے مختلف انداز سال بھر جاری رہتے تھے۔ افغانستان پر امریکی حملے ۱۱ ستمبر اور ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے قیامت خیز زلزلے کے آفت زدگان کے لیے کثیر سرمایہ بمعہ اجناس و اشیائے ضرورت روانہ کیں۔

سخاوت کے متعلق حضور دوسروں کو بھی بہت تلقین فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا:

> ''دوسروں کو دینا اگرچہ ریا سے ہو، دکھاوے کے دوسرے اعمال سے بہتر ہے۔ کیونکہ گو دینے والے کو فائدہ نہیں ہوا (کیونکہ قرآنی حکم يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى... (البقرہ) کی رو سے احسان جتلانے والا اپنے اس عمل کو برباد کر رہا ہوتا ہے)، لینے والے کو تو ہو گیا اور پھر جب لینے والا دعا کرے گا تو اس سے یقیناً دینے والے کو بھی فائدہ پہنچے گا''۔

حضور شاہِ لاثانی علیہ الرحمہ بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔

ہادیٔ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خاص تاکید فرمائی ہے کہ ایک ہاتھ سے اس طرح دو کہ دوسرے ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو۔ چنانچہ حضور قبلۂ عالم علیہ الرحمہ سخاوت پوشیدہ کرتے تھے اور افشا کی بجائے اخفا کے قائل تھے۔ ایک مرتبہ شکر گڑھ میں چند اہلِ ثروت افراد نے بیوہ عورتوں میں سلائی مشینیں دینے کی باقاعدہ تقریب کروائی۔ فرمایا 'کیا ہی بہتر ہوتا اگر چھپا کر یہ سب کیا جاتا'۔ یونہی وزراء کی طرف سے غریبوں کو کچھ دیتے وقت میڈیا میں اپنی سخاوت کا پرچار کرنے کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ اس طرح ان کی تذلیل ہوتی ہے۔

توکّل علی اللّٰہ

توکل علی اللہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا، اسباب کی بجائے مسبب و مؤثرِ حقیقی پر نظر رکھنا۔

حضور قبلۂ عالم مفکرِ اسلام قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ کوشش چھوڑ دینا توکل نہیں بلکہ کوشش کر کے نتائج کو قدرتِ خدا سے وابستہ سمجھنا توکل ہے (اَلسَّعْیُ مِنِّی وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ)۔ خدا پر بھروسہ کرنے والا، ہل جوتنے کے باوجود زمین کو نہیں، خدا کو رازق سمجھتا ہے۔ وہ کسی طاقت سے ہراساں نہیں ہوتا، اس کا ایمان تمام طاقتوں کے پیدا فرمانے والے پر ہے۔ راہِ حق میں خرچ کرنے سے نہیں گھبراتا کیونکہ اللہ کی رحمت اس کے لیے کافی ہے۔ دنیا و مافیہا سے بلند ہو کر، نفع و نقصان سے بے نیاز ہو کر اپنے مالک سے دوستی لگاتا ہے اور پھر ہر قیمت پر اسے نباہتا ہے۔''

مردانِ خدا کی سخاوت، استقامت، صداقت سب توکل کی مرہونِ منت ہیں۔ گویا تمام محاسنِ اخلاق کی بنیاد توکل پر ہے۔ حضور مفکرِ اسلام کا راہِ خدا میں بے دریغ خرچ کرنا اور 'کل' سے بے نیاز ہو کر ہر حاجت مند کی حاجت بَر لانا بھی توکل کے زمرے میں آتا ہے۔

ستمبر ۱۹۹۷ء کا واقعہ ہے کہ یہ سگِ بارگاہ بسلسلہ ملازمت پریشان تھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اس موقعہ پر آپ نے خدا پر توکل رکھنے کے حوالے سے بڑی نادر باتیں ارشاد فرمائیں (اور واللہ! باللہ! تاللہ! حضور کا ہر ارشاد نادر اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہوتا تھا، جو ارشاد فرماتے، روح کی گہرائیوں تک اترتا محسوس ہوتا تھا) بالخصوص یہ قرآنی الفاظ سنائے اور ان کی نہایت عمدہ تشریح کی، یہاں تک کہ پریشانی تسلّی میں بدل گئی:

'' وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ... (سورۃ الطلاق)

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا، اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

فقرو استغنا

قیومِ زمانی حضور شاہِ لاثانی پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''صوفی وہ ہے جس کا دل ماسوا سے مستغنی ہو کر اللہ کی جستجو میں رہے۔ اگر اسے منعمِ حقیقی سے کچھ ملے تو لے ورنہ بے طلب ہو کر بارگاہِ خداوندی میں آداب بجالائے اور راضی برضا رہے۔''

تاجدارانِ علی پور شریف سے فقیری کے تین اصول مروی ہیں جو انہیں امامِ فقر بابا جی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے بتلائے تھے:

لَا طَامِعَ ، لَاجَامِعَ، لَامَانِعَ یعنی طمع مت کر، جمع مت کر، اور منع مت کر۔

حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ بھی اپنے درویشوں کو یہ اصول بتلایا کرتے تھے۔ آپ کی اپنی ذاتِ اقدس اسی فقر و غنا کا پیکرِ لطیف تھی اور یہی بے نیازی تھی جس نے آپ کو "شمس العرفاء" اور "بدرالاولیاء" بنادیا تھا۔

۲۰ دسمبر ۱۹۹۷ء کو رات رشید پورہ شکر گڑھ کی مسجد نور میں محفل تھی۔ اسے مولانا غلام مصطفیٰ مجددی صاحب منعقد کروا رہے تھے، جن کی رہائش مسجد سے قریب ہی تھی۔ ان کی رہائش گاہ پر حضور قبلۂ عالم جلوہ افروز تھے۔ صوفی باصفا جناب محمد حسین صاحب نعت خواں کے علاوہ متعدد افراد بھی کمرے میں موجود تھے۔ حضور حسبِ مزاج نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکرِ خیر بڑے سرور کے ساتھ کر رہے تھے۔ تاہم خدا جانے صوفی صاحب کے دل میں کیا سمائی کہ وہ اپنی گھڑی پر جو یکدم رک گئی تھی، بار بار افسوس کرنے لگے اور آپ کے ارشادات کی طرف توجہ نہ رہی۔ آپ نے اصلاح کے لیے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ 'میں زمین و آسمان کی وسعتوں میں نہیں سماتا لیکن بندۂ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں'۔ یعنی یہ دل خدا تعالیٰ کی تجلیات کی جلوہ گاہ ہے تو جس شخص کا دل ایک گھڑی ہی کے گرد گھومتا ہو، اس کی فقیری کیا ہوئی۔"

یہاں آپ نے حضور سیدنا غوثِ اعظم الشیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ النورانی کا واقعہ بھی سنایا کہ جب ان کو سامانِ تجارت سے لدا جہاز غرقاب ہونے کی اطلاع دی گئی تو ان کے چہرۂ مبارک پر کوئی تغیر نہ آیا۔ پھر جب جہاز کے سلامتی کے ساتھ نکال لیے جانے کی خبر ملی تو بھی چہرۂ مبارک پہ کوئی تغیر نہ تھا۔ فرمایا، چاہیے تو یہ کہ دنیاوی نفع و نقصان دل پر کوئی اثر نہ کریں۔ خوشی ہو تو 'محبوب' کے ذکر سے، تکلیف ہو تو 'محبوب' کی تکلیف (یا ناراضی) سے۔

جس مجلس میں آپ ہوتے، پھر وہاں دنیا کا کیا تذکرہ۔ بس حُبِّ خدا جل جلالہٗ اور عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نغمے گائے جاتے تھے۔ بلکہ ایک مرتبہ اس عاجز کے عرض کرنے پر کہ "حضور فقیری کیا ہے؟" آپ نے ایک مختلف جہت سے اس کی تعریف یوں فرمائی:

"اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مخالفوں سے دشمنی اور دوستوں سے دوستی کا نام فقیری ہے۔ جن کاموں سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم راضی ہوں، وہ کرنا بلکہ استقامت حاصل کرنا اور ان کی ناراضی والے کاموں سے بچنا۔ نیز لوگوں سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کمالات، ان کی عظمتِ شان بیان کرنا۔ لوگوں کو اسلام کے اصل عقائد کی تبلیغ کرنا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نامِ پاک پر قربان ہونے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا، اس دور میں میرے نزدیک فقیری یہ ہے، لوگوں نے نا جانے کس چیز کا نام فقیری رکھ لیا ہوا ہے۔"

بانی شیرانِ اسلام، ماہنامہ الحقیقہ اور تقشبند لاثانی اسلامک یونیورسٹی یعنی حضور مفکرِ اسلام اعلیٰحضرت عظیم البرکت پروفیسر محمد حسین آسی صاحب قدس سرہٗ القوی کے سالانہ عرسِ مقدس ۱۵ مارچ کے سبب یہ چند اوراق نذرِ قارئین کیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ بطفیلِ حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم قبول فرمائے۔

سیرت طیبہ کا پیغامِ امن و عافیت

حضور مفکرِ اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرالہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانیٔ دل و جاں نہیں   کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

چار سوالات: درج بالا عنوان کا تجزیہ کریں تو چار سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں

۱: حضور پرنور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کا امن وعافیت سے کیا خصوصی تعلق ہے؟

۲: سیرت طیبہ کے اصل پیغام کی روح کیا ہے؟

۳: سیرت طیبہ نے دنیا کو امن وعافیت سے کہاں تک بہرہ ور فرمایا؟

۴: موجودہ زمانے کو امن وعافیت سے ہمکنار کرنے کے لئے سیرت طیبہ سے کیا روشنی ملتی ہے؟

زیر نظر مقالے میں وقت وگنجائش کی کمی کے باعث انہیں چار سوالات کے مختصر جوابات عرض کئے گئے ہیں، چنانچہ یہ تحریر بھی چار اجزا میں تقسیم ہوگئی ہے۔ پہلے حصے میں کچھ تفصیل سے حضور رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان رحمت کا ذکر کیا گیا ہے، چونکہ رحمت اور امن وعافیت باہم لازم ملزوم ہیں اس لیے آپ کا رحمت کونین ہونا گویا کونین کے لیے امن وعافیت کا ضامن ہے دوسرے حصے میں اس بات کی تشریح ہے کہ حضور پرنور شافع یوم نشور افضل الصلوات والتسلیمات کا پیغام اسلام وایمان ہے اور ان کی لغوی وشرعی تفسیر کا حاصل بھی امن و عافیت ہے، تیسرے حصے میں حضور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انقلاب عظیم کے چند اثرات پیش کئے گئے ہیں۔ چوتھے حصے میں اس حقیقت کا ذکر ہے کہ ہمیشہ کی طرح موجودہ زمانہ بھی اپنے مسائل کے حل کے لیے سیرت طیبہ کے فیضان کا محتاج ہے۔

سیرت طیبہ کا امن وعافیت سے خصوصی تعلق: سید عالم نور مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ مجمع کمالات اور سیرت طیبہ جامع صفات ہے۔ رب کریم جل مجدہ نے اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو تمام محاسن خَلقی وخُلقی سے مزین اور جملہ مکارم علمی وعملی سے مشرف فرمایا، خالق کائنات نے کائنات کو بنانا چاہا تو اسی پیکر نور سے اس کا آغاز فرمایا اور اخلاقی وفکری تباہی سے بچانا چاہا تو اسی ہادیٔ اعظم سید عالم صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، بخدا حضور ہی وجہ بناو سیر لقا ہیں اور حضور ہی اصل وجود وجان شہود ہیں (علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوۃ والسلام) خدا نے خدائی بنائی تو اپنے محبوب ومطلوب کو اس کا دولہا بنایا، سلسلۂ نبوت جاری فرمایا تو حضور کو اس کا آغاز وانجام ٹھہرایا اور ہر نبی و رسول کو رحمت قرار دیا تو آپ کو رحمۃ للعٰلمین (یعنی مخلوق کے لئے رحمت) (فصل المولیٰ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم)

رحمۃ للعالمین صرف ایک ہی ذات پاک ہے: یوں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بہت سے اسمائے گرامی مثلا رؤف، رحیم، کریم وغیرہ آپ کی رحمت کا اعلان کرتے ہیں مگر ان کا اطلاق دوسروں پر بھی ہوسکتا ہے، البتہ اس سلسلے میں آپ کی وسعت رحمت کو سب سے زیادہ واضح اور ممتاز کرنے والا لقب وہ ہے جو کسی پر صادق نہیں آتا۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (ترجمہ: اور ہم نے تمھیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

گویا جس طرح رب العٰلمین ایک ہے۔ رحمۃ للعٰلمین بھی دو نہیں۔ کائنات کا کوئی ذرہ اس کی ربوبیت سے مستغنی ہے نہ ان کی

رحمت سے بے نیاز-اعظم چشتی کی وضاحت کے مطابق

ہر جزوِ کائنات کو ہے تیری احتیاج ہوتا نہیں کسی کا گزارا تیرے بغیر

خداوند کریم کو اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی رحمت کو اجاگر کرنا اس حد تک مقصود تھا کہ گزشتہ صحیفوں اور کتابوں میں اسی وصف جلیل کے حوالے سے آپ کا تعارف کرایا گیا، مثلاً توریت مقدس میں بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے یوں خطاب ہے۔

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشراً و نذیرا و حرزاً للامیین .... یعفو ویغفر۔

ترجمہ: اے نبی بے شک ہم نے تمہیں شاہد، مبشر نذیر اور امیوں کی پناہ بنا کر بھیجا .... (یہ نبی) معاف کرے گا اور بخشے گا۔

یہاں مرکز استدلال حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حرز للامیین ہونا اور عفو وغفور ہونا ہے۔

۲۔توریت کے سفر چہارم میں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لابراھیم ان ھاجرۃ تلدو یکون من ولدھا من یدہ فوق الجمیع ویدا لجمیع مبسوطۃ الیہ بالخشوع (الامن والعلی بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ)

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا بے شک ہاجرہ کے ہاں اولاد ہوئی اور اس کی اولاد میں ایک وہ ذیشان ہستی ہوگی، جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ جس کی طرف عجز وانکساری کے ساتھ پھیلے ہیں۔

۳:زبور شریف میں ہے۔

یا احمد فاضت الرحمۃ علیٰ شفیتک من اجل ذٰلک ابارک علیک۔

ترجمہ-اے احمد رحمت نے تیرے لبوں پر جوش مارا، میں اسی لیے تجھے برکت دیتا ہوں۔(الامن والعلی بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ)

انجیل برناباس تو گویا ساری کی ساری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشوکت خصوصاً رحمت ورافت کے تذکار سے معمور ہے۔

گذشتہ کتابوں میں سیرت طیبہ کو زیادہ تر عفو ودرگزر اور رحمت ورافت کے حوالے سے پیش کرنے میں اور بیش بہا حکمتیں جو ہوں سو ہوں مگر یہ تو ظاہر ہے کہ ساری دنیا کی امیدیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آمد سے وابستہ کی جارہی ہیں۔ گویا یہ محبوب دلنواز آئے گا تو دنیا کے مسائل کا حل پیش فرمائے گا، مہر ومروت کی فضا قائم ہوگی، انتشار وبدامنی اور ظلم وستم کے طوفان تھم جائیں گے۔ شیطنت ونفسانیت، فرعونیت وبہیمیت کے راستے کٹ جائیں گے چنانچہ یہ تاثر تھا، جب جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے لیے ایک خاص دعائے رحمت فرمائی تو جواب ملا، یہ فضل ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو نبی امی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے پیروکار ہوں گے اور نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ایک شان یہ ہے۔

ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم

ترجمہ: اور اتارتا ہے ان سے بوجھ اور کاٹتا ہے وہ زنجیریں جو انہیں جکڑے ہوئے تھیں۔

رحمۃ للعلمین (سب کے لئے):لفظ عالمین اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ رحمت انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ کائنات کی ابتدا سے لے کر انتہا تک ہر مخلوق کیلئے ہے، چنانچہ اونٹ چڑیا، ہرنی بلکہ شجر وحجر کا فریاد یا صلوٰۃ وسلام عرض کرنا روایات سے ثابت ہے، قیامت میں حضور ہی پہلے شافع اور مشفع (یعنی مقبول الشفاعۃ) ہوں گے،عزت اور چابیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں گی، جب سب

انبیاء ورسل جواب دے دیں گے حضور اکرم ہی دستگیری فرمائیں گے۔ (علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام)

کہیں گے اور نبی اذہبوا الیٰ غیری — مگر حضور کے لب پر انا لہا ہوگا

رحمت اور امن وعافیت: جب یہ وضاحت ہو چکی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم موجودات کے ذرے ذرے کیلئے رحمت ہیں اور زمین وزماں آپ کی رحمت کے محتاج اور فیضیاب ہیں تو یہ بات سمجھنا مشکل نہ رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے پیغمبر امن وعافیت اور باعث تسکین وقرار ہیں۔ رحمت اور امن وعافیت گویا لازم وملزوم ہیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت ہیں تو نبی امن وعافیت بھی ہیں، دو جہان کا امن وعافیت سرکار ابد قرار حضور احمد مختار محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی کے دربار دربار سے وابستہ وپیوستہ ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر — جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ذات سے امن وعافیت اور رحم وکرم کا کیا تعلق ہے کہ آپ سے منسوب ہر چیز حفظ وامان اور لطف وعطاء کی علامت بن گئی ہے۔

چند نکات عجیب: حضور اکرم صلی اللہ علی وسلم کے نام پاک میں یہ تاثیر ہے کہ ادھر لب پہ آئے ادھر غم غلط ہوں۔ علامہ اقبال حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

دوپہر کی آگ میں وقت درو دہقان پر — ہے پسینے سے نمایاں، مہر تاباں کا اثر

جھلکیاں امید کی آتی ہیں چہرے پر نظر — کاٹ لیتا ہے مگر جس وقت محنت کا ثمر!

یا محمد کہہ کے اٹھتا ہے وہ اپنے کام سے — ہائے کیا تسکین اسے ملتی ہے تیرے نام سے

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ نے عیسائیوں کے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے مثنوی شریف میں فرمایا ہے کہ وہ انجیل میں حضور اکرم علیہ التحیۃ والثناء کا نام نامی دیکھ کر چوم لیا کرتے تھے اس بنا پر سخت مصائب وآلام سے محفوظ رہے پھر نتیجہ نکالتے ہیں۔

نام احمد چوں حصارے شد حصیں — پس چہ باشد ذات آں روح الامیں

صحابہ کرام سے بھی مشکل کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے نام پاک لے کر شفاء ومراد حاصل کرنا ثابت ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس ماہ مبارک میں جلوہ افروز ہوئے وہ ربیع الاول یعنی پہلی بہار ہے۔

۳: حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ جواز روئے حدیث پاک امت کے بہترین اسماء (عبدالرحمن اور عبداللہ) سے ہے خدا کا کامل بندہ اس کی صفات کا مظہر اور امن وعافیت کا پیکر ہوتا ہے۔

۴:۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ہے اور لفظ آمنہ ایمان کی طرح امن وامان سے مشتق ہے۔

بصد انداز یکتائی، بغایت شان زیبائی!

امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی!

۵:۔ جس سرزمین میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ظہور ہوا، وہ حرم ہے یعنی **من دخلہ کان امنا** (جو اس میں داخل ہوا، امان پا گیا) اس شہر کو ام القریٰ بھی کہتے ہیں، 'ام' کے ساتھ سکون ومحبت کا جو تعلق ہے ظاہر ہے۔

۶:۔ حضور کے دادا شیبۃ الحمد المعروف عبدالمطلب دادی، نانا، نانی رضاعی ماں بلکہ رضاعی مائیں باپ، بھائی، بہنیں، قبیلے سب کے ناموں میں برکت ہی برکت ہے (تفصیل کیلئے دیکھیں شمول الاسلام)

۷:۔ جو کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی مہیمن ہے اور اس کی آیات شفاء ہیں۔
۸:۔ جس شہر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، وہ یثرب (بیماریوں اور آفتوں کے گھر) سے مدینۃ النبی ہو کر طیبہ، طابہ، طیبہ، مطیبہ بن گیا اور اس کی مٹی خاک شفاء بن گئی۔
۹:۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خود خیر البشر، خیر الانام، خیر الرسل اور خیر الوریٰ، لخت جگر، خیر النساء (ان کے شوہر خیر العرب) اور حضور کی امت خیر الامم ہے۔
حاصل گفتگو: اب کی تفصیل کا خلاصہ یہی ہے کہ چونکہ حضور ہی رحمت للعلمین ہیں اور رحمت اور امن و عافیت کا تعلق سبب و مسبب کا ہے۔ اس لیے یہ عظمیٰ دنیا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہی مل سکتی ہے۔
حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اصل پیغام: سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کا عنوان ہے "اسلام" اور لغوی اعتبار سے اس کے تین معانی بیان کئے گئے ہیں۔
ا۔ خود سپردگی واطاعت۔ ۲۔ امن وسلامتی پانا اور دینا۔ ۳۔ صلح وآشتی۔
گویا اسلام کی روح خود سپردگی واطاعت ہے اور اس کا ثمرہ امن وعافیت اور صلح وصفا ہے یا اسلام کی روح امن وعافیت ہے مگر اس کی شرط اطاعت حق ہے، بات کرنے کا انداز کچھ بھی ہو، یہ حقیقت ہے کہ اسلام دراصل امن وصلح کا ہی نام ہے۔ حضور ہادیٔ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اسلام اور مسلم کی تعریف فرمائی ہے، اس سے یہ نکتہ اور بھی واشگاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

المسلم اخو المسلم لایظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ

ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا اور اسے حقیر نہیں جانتا۔

کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ و عرضہ

ترجمہ: مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون اس کا مال اور اس کی آبرو۔

ارکان اسلام کے لغوی اور شرعی معنوں پر غور کریں تو ان سب کا مقصود فرزندان اسلام کا اتحاد، تنظیم، مساوات، مواسات اور امن سکون ہے۔ اسلام نے جہاد کی شکل میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی تو بھی انسداد فتنہ اور نفاذ نظام رحمت کیلئے چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔
وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ترجمہ: اور ان (ظالموں) سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔
اسلام میں مال غنیمت یا کشور کشائی کیلئے لڑنا جائز نہیں۔ نظام حدود وتعزیرات کا مقصد بھی معاشرے کو ڈاکوؤں، چوروں، قاتلوں اور تخریب کاروں سے نجات دلانا ہے جہاں سماج دشمن عناصر کو کھلی چھٹی دی جائے۔ وہاں امن وامان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ رحمدلی یہ نہیں کہ غداروں، باغیوں اور مجرموں کو معاف کر دو، رحمدلی تو ان کے ظلم وستم سے کمزوروں اور شریفوں کو محفوظ رکھنے میں ہے۔
ایمان کی حقیقت: اسلامی عقائد وتعلیمات کی قلبی تصدیق کا نام ایمان ہے۔ اسلام کی طرح اس کی لغوی تشریح بھی "امن وعافیت" کے گرد گھومتی ہے۔ اگر اس کا معنی "امن پانا" کیا جائے تو مراد یہ ہے کہ مومن ایمان کے تقاضوں کی تکمیل کر کے امن وعافیت سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا ترجمہ امن دینا کیا جائے تو مومن دوسروں کے لیے امن وعافیت کا پیامی بن جائے گا۔ اس کی وضاحت چند احادیث

مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

المومن من امنه المومنون علیٰ انفسهم و اموالهم (نسائی شریف)

ترجمہ مومن وہ ہے جس سے دوسرے اہل ایمان کی جانیں اور مال محفوظ رہیں۔

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: مومن مومن کے لیے ایک دیوار کی طرح ہوتا ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرے۔

والله لا یومن والله لا یومن والله لا یومن قیل من یا رسول الله قال الذی لا یامن جاره بوائقه (بخاری شریف)

ترجمہ: اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، عرض کیا گیا کون یارسول اللہ، فرمایا جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہیں۔

والذی نفسی بیده لقتل مومن اعظم عند الله من زوال الدنیا۔ (نسائی شریف)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مومن کا قتل اللہ کے نزدیک دنیا کے زوال سے بھی زیادہ بڑا برا ہے۔

پیغمبر اسلام پیغمبر امن وعافیت ہیں: اسلام اور ایمان کی مندرجہ بالا تشریحات کی روشنی میں حقیقت پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ حضور پیغامبر اسلام ہونے کی حیثیت سے پیغامبر امن وعافیت ہیں۔ اور بانی اسلام ہونے کی حیثیت سے بانی امن وعافیت ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت دنیا شرک وکفر ہی میں ڈوبی ہوئی نہیں تھی بلکہ ہر طرف ظلم وجور کا دور دورہ تھا۔ خصوصاً سرزمین عرب تو ہر قسم کی برائیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ معمول معمولی باتوں پر جھگڑا ہوتا تو سالہا سال تک قبائل برسر پیکار رہتے تھے ایک مورخ لکھتا ہے۔

''صحرا کی آزاد فضاؤں میں پرورش پا کر جوان ہونے والے عرب بالطبع بہادر تھے۔ لامتناہی قبائلی کشمکش نے انہیں جنگجو اور سپاہیانہ اوصاف کا حامل بنا رکھا تھا۔ قتل کے جرم کو وہ کبھی معاف نہیں کرتے تھے۔ بلکہ خون کا بدلہ قاتل کے قبیلے کے افراد سے جلد یا بدیر لے کر رہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مقتول کی روح جب تک کہ اس کے خون کا خاطر خواہ بدلہ نہ لے لیا جائے، ہامہ (ایک غیر مرئی پرندہ) بن کر نوحہ کرتی رہتی ہے، بدلہ لینے میں وہ صرف ایک جان لینے پر حصر نہیں کرتے تھے، بلکہ اس اصل پر اس اصل پر سود در سود وصول کرنا یعنی قاتل کے قبیلے کے کئی افراد کی جانیں لینا باعث فخر سمجھتے تھے یہ کیفیت اور یہ عادت قبیلوں کے درمیان خون ریزیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ پیدا کر دیتی جو بسا اوقات صدیوں تک جاری رہتا تھا بے رحم اور بے درد ہونا تمام قدیم اقدام کی عادت تھی۔ اس سے عرب مستثنانہ تھے، لڑائیوں اور خون ریزیوں میں دشمن کو آگ کی نذر کر دینا، عورتوں کا پیٹ چاک کر کے حمل گرا دینا، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کرنا ان کے لئے معمولی باتیں تھیں۔ (تاریخ اسلام)

ظلم وجور اور سنگدلی وبے رحمی کی انتہا یہ تھی کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ سوتیلی ماؤں کو باپ کی وفات کے بعد اپنے یا کسی عزیز کے نکاح میں دے دیتے یا کنیز بنا لیتے۔ عام معاشرے میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون جاری تھا۔ شراب نوشی اور قمار بازی نے ان کے اندر کی انسانیت ختم کر دی تھی۔

انقلاب رحمت: سرکار دو عالم، رحمت مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے چند ہی سالوں میں انھیں مہر ووفا کا پیکر بنا دیا۔ ان کے آپس کے بغض وکینہ کو صدق وصفا میں بدل دیا۔ طبقاتی امتیازات کا خاتمہ کر کے انہیں مواسات ومساوات کا درس دیا بلکہ توحید کی فکری بنیاد پر انہیں ایک

''رب'' یعنی باپ کی اولاد قرار دیا۔ دنیا کی حرص وہوا، قبائلی تعصب تفاخر اور نسلی غرور و تکبر کے بتوں کو پاش پاش کر کے انھیں خلوص و بندگی اور صلح و آشتی کے سانچے میں ڈھال دیا۔

واذکرو نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً

ترجمہ: اور اپنے اللہ کی نعمت یاد کرو کہ تم (باہم) دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی تو اس کے کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔

اس انقلاب کے بعد صورت حال کیا ہوئی۔ کتاب ''رحمت للعلمین'' کا پیرا ملاحظہ ہو

''نجاشی ملک حبشہ، جیفر ملک عمان، اکیدر شاہ دومۃ الجندل نجد کے وحشی، تہامہ کے بدو اور یمن کے مسکین دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں۔ عبداللہ بن سلام یہودیت اور ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کئے جانے پر مفتخر ہیں۔

یہودیوں کا زرخرید غلام پارسی **منا اھل البیت** کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی کو فاروق اعظم بھی جس کی سطوت وہیبت سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا سید سید (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین، قومیت کا تفرقہ، ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا۔ حسب نسب کی شرافت کا زبان پر لانا، کمینگی کی دلیل بن گیا۔ دین واحد نے سب کو ملت واحدہ بنا کر ایک ہی ولولہ، دلوں میں ایک ہی جوش، طبیعتوں میں ایک ہی خیال، دماغوں میں ایک ہی آوازہ توحید زبان پر جاری کر دیا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۳۴)

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ انقلابی کارنامہ اتنا واضح ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ اسی مقام پر اقبال علیہ رحمہ نے فرمایا تھا۔

می توانی منکر یزداں شدن　　　منکر از شان نبی نتواں شدن

چنانچہ لیمرٹن (Lamertine) ایک فرانسیسی محقق کی گواہی ملاحظہ فرمائیے:

ترجمہ: اگر مقصد کی عظمت وسائل کی قلت اور حیرت انگیز نتائج ہی انسانی کمال کے تین معیار ہیں تو موجودہ تاریخ میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کسی عظیم انسان کو تشبیہ دینے کی جرات کون کر سکتا ہے۔ مشہور ترین انسانوں نے بھی لشکر بنائے یا قانون اور سلطنتیں بنائیں۔ انہوں نے زیادہ سے زیادہ بنیاد رکھی بھی تو مادی طاقتوں کی جو اکثر ان کے سامنے ہی زوال پذیر ہو گئیں۔ اس (عظیم) انسان نے نہ صرف فوجوں، قانون سازیوں، سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں کو ہلا کر رکھ دیا بلکہ اس وقت کی آباد دنیا کے تہائی حصے میں کئی ملین انسانوں کو بھی انقلاب آشنا کیا پھر اس سے بھی بڑی بات یہ کہ اس عظیم انسان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) نے قربان گاہوں دیوتاؤں، مذہبوں، خیالوں، عقیدوں اور روحوں کو بدل کے رکھ دیا۔ ایک ایسی کتاب کی بنیاد پر جس کا ہر حرف قانون بن چکا ہے۔ اس نے روحانی قومیت کی تشکیل فرمائی جس نے ہر زبان اور ہر نسل کے لوگوں کو شیر و شکر کر دیا۔

دور حاضر کے مسائل اور ان کا حل (سیرت طیبہ کی روشنی میں): دور حاضر انتشار و بدامنی کا دور ہے ہر طرف افراتفری اور نفسی نفسی کا عالم ہے۔ بڑی قومیں، چھوٹی قوموں کو غلام بنانے پر تلی ہوئی ہیں، زمانہ عدل وانصاف اور حق پسندی و حق پذیری سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔ وطن اور نسل و رنگ کے بتوں کی حکمرانی ہے۔ انسان نوع انسان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے راکٹ میزائیل، ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور نا معلوم کیا کیا ایجاد کر رہا ہے۔ مختلف قوموں اور ملکوں کے مسائل حل کرنے کے لیے انجمن اقوام متحدہ کا ادارہ وجود میں آ گیا تو بھی بیکار کہ''

بڑوں" کے ویٹو کے سامنے بے بس ہے، گویا ظلم وستم کی اعلانیہ سرپرستی وحوصلہ افزائی ہورہی ہے۔ کشمیر، فلسطین، فلپائن اور خصوصاً افغانستان میں انسان نما بھیڑیئے جو کچھ کر رہے ہیں، درندگی کی بدترین مثال ہے ابھی چندروز قبل لبنان میں ایک کیمپ کے محصورین نے کتے بلیاں کھا چکنے کے بعد اپنے اپنے علماء سے قرب الموت زندہ انسانوں کا گوشت کھانے کی اجازت مانگی ہے، تہذیب حاضر کا یہی کمال ہے جس کی تصویر کشی مفکر پاکستان نے یوں فرمائی ہے۔

غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش — تہذیب کا کمال، شرافت کا ہے زوال
ہر گرگ کو ہے برہ معصوم کی تلاش

صورت حال کا نازک ترین پہلو: اس صورت حال کا نازک ترین پہلو یہ ہے کہ وہ ملت اسلام جس نے اپنے فرزندوں کو بھائی بھائی بننے کا سبق دیا تھا، خودسب سے زیادہ افتراق وانتشار کا شکار ہے۔ ایران اور عراق کی طویل لڑائی اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کس قدر شرمناک ہیں۔ خود اپنا وطن عزیز دوقومی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا آج کس سنگینی حالات سے دوچار ہے، سندھ بالخصوص کراچی کے حالات کسی قدر تشویش انگیز ہیں۔ اسلام دشمن قوتیں اپنے زرخرید غلاموں اور تخریب کاروں کے ذریعے ملکی سلامتی اور یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے پر کمر بستہ ہیں۔

حل: اسلام اور پاکستان کو بچانے کے لیے اسی انقلاب رحمت کی جزئیات اپنانے اور اسی سیرت طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی ضرورت ہے جس نے قلیل ترین مدت میں عظیم انقلاب برپا کیا تھا، جس نے عرب کے صحرانشینوں کو ہی "جز ونظر" میں یکتا نہیں کیا، ساری دنیا کو ظلم کی ظلمات سے نکال کر امن کے چشمہ آب حیات سے آشنا کیا۔ اگر پاکستان اس طرح مضبوط ہوگیا تو یہ عالم اسلام کے روشن مستقبل کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ بہرحال سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ملت اسلامیہ کا جو تصور درج ذیل ارشاد میں دیا ہے اسے ازسرنو عملی جامہ پہنانا ہے، موجودہ مشکلات کا حل اور وقت کا تقاضا ہے۔

مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعالحفھم مثل الجسد اذا شتکیٰ منہ عضو تداعیٰ لہ سائر الجسد بالسھر والحمیٰ (مسلم شریف)

ترجمہ: اہل ایمان کی مثال آپس کی محبت، رحمت اور عاطفت میں ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کا کوئی حصہ تکلیف محسوس کرتا ہے تو تمام جسم شب بھر جاگنے، درد سہنے اور بخار میں مبتلا رہنے میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔

نیز رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سیرت طیبہ اہل ایمان کے لیے اسوہ حسنہ (یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہترین نمونہ عمل) ہے۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی رحمت تامہ وکاملہ کے باوصف غداروں، ملت دشمنوں، قاتلوں اور ڈاکوؤں کو کیفر کردار تک پہنچانا ضروری خیال فرمایا تو ملک کے مقتدر طبقے کو بھی ایسے مجرموں سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیئے۔ تخریب کاروں کے احترام واعزاز سے ملک کی سلامتی وبقا زیادہ ضروری ہے۔ لہٰذا اہل اقتدار کی خدمت میں بصد ادب یہ گزارش ہے کہ اسلام کو اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ (نظام حدود وتعزیرات سمیت) نافذ کردیں کہ قوم کو امن وعافیت ملے اور بے چینی وبدامنی کا سدباب ہوسکے۔

میری دعا ہے کہ رب کریم اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل تسلیم کے طفیل ملت اسلامیہ کو اسوہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی روشنی میں یک جان ویک دل ہونے اور خیر الامم ہونے کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی سرانجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے — نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

شبِ برات اور شعبان شریف

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرالہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس طرح سارے انسان ہم جنس ہونے کے باوجود آپس میں برابر نہیں بلکہ فضیلت کے اعتبار سے ان میں ہزارہا درجات کا فرق ہے۔ یونہی مہینے، دن، راتیں اور گھڑیاں بھی ایک جیسی نہیں۔ دعاؤں کی قبولیت میں زہد وتقویٰ کے علاوہ مخصوص اوقات کو بھی دخل ہے۔

زہد وتقوی سے نہیں ہوئیں دعائیں مستجاب وقت ہیں کچھ خاص خاص اور ہیں دعائیں خاص خاص

جن اوقات کو خداوند کریم کے محبوبوں کی ولادت اور وصال یا کسی نعمت ورحمت کے نزول سے تعلق ہے، ان کی شان الگ ہے۔ ہم ایسے دنوں کو ان بزرگوں سے منسوب کرتے ہیں یا ان واقعات وانعامات سے مثلاً یوم میلاد، یوم عاشورہ، یوم النحر (قربانی کا دن) مگر قرآن حکیم کے الفاظ میں وہ سب ایام اللہ (یعنی اللہ کے دن) ہیں۔ گویا شہنشاہ حقیقی نے ان کی عظمت کو چار چاند لگانے کے لئے انہیں اپنی نسبت سے نوازا ہے۔

شعبان شریف اسلامی تقویم کا آٹھواں مہینہ ہے۔ یہ خود بھی عظیم ہے اور دو عظیم پڑوسیوں (رجب المرجب اور رمضان المبارک) کے درمیان بھی ہے۔ اسے شہر حبیب الرحمٰن (یعنی محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا مہینہ) بھی کہا جاتا ہے۔ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں شعبان میں پانچ حروف ہیں۔ ش نمبرا، شرف کا ہے ع نمبر۲ ،علو (بلندی شان) کا ب نمبر۳ ،بر (احسان اور بھلائی) کا الف نمبر۴، الفت کا اور ن نمبر۵ ،نور کا۔ اس مہینے میں یہ پانچ حروف بارگاہ الٰہی سے بندے کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ اس ماہ میں نیکیوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ برکتوں کا نزول ہوتا ہے، خطاؤں کو معاف کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کی کثرت کی جاتی ہے۔ درود بھیجنے کا یہ خاص مہینہ ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے 'جو ایک بار مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس لئے ہر دانش مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مہینے میں درود شریف سے غافل نہ رہے بلکہ رمضان کے استقبال کی تیاری شروع کر دے۔ گذشتہ اعمال سے توبہ کر کے گناہوں سے پاک ہو جائے، ماہ شعبان ہی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ زاری کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا وسیلہ پکڑے کہ خدا اس کے دل کی خرابی دور فرمادے اور دل کی بیماری کا علاج ہو جائے۔ اس بارے میں دیر نہ کرے۔ دن تو صرف تین ہیں۔ ایک کل جو گذر گیا، ایک آج جو عمل کا دن ہے، ایک آنے والا کل جس کی محض امید ہی کی جاسکتی ہے (آنے کا یقین نہیں) اسی طرح مہینے تین ہیں' رجب تو گذر گیا۔ رمضان تک زندگی کا کیا یقین، پس شعبان جو موجود ہے اطاعت وعبادت کے لئے اسے غنیمت سمجھنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو،

(۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو (۲) بیماری سے پہلے صحت کو (۳) مفلسی سے پہلے تونگری کو
(۴) مشغول ہونے سے پہلے فرصت کو (۵) مرنے سے پہلے زندگی کو (غنیۃ الطالبین)

حضرت اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ رجب کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے دوسرے کلام پر قرآن پاک کی فضیلت اور تمام مہینوں پر شعبان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام انبیاء پر میری فضیلت اور دوسرے مہینوں پر شعبان کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کائنات پر اللہ کی فضیلت' (غنیۃ)

شیخ ابونصر نے بالاسناد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس طرح مسلسل روزے رکھتے تھے کہ ہم خیال کرنے لگتے حضور کسی دن کا روزہ نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزہ دار نہ ہوتے، ہم خیال کرتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اب روزہ نہیں رکھیں گے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو شعبان کے روزے، بہت زیادہ محبوب تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ آپ ماہ شعبان میں (بکثرت) روزے رکھتے ہیں' آپ نے فرمایا' عائشہ! یہ ایسا مہینہ ہے کہ سال کے باقی عرصے میں مرنے والوں کے نام ملک

الموت کو لکھ کر اس ماہ میں دے دیئے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرا نام ایسی حالت میں اسے دیا جائے کہ میرا روزہ ہو۔ (غنیۃ شریف)

شب برأت: یوں تو یہ سارا مہینہ رحمت و برکت کا مہینہ ہے مگر اس کی پندرھویں رات جسے شب برأت کہتے ہیں بہت فضیلت وعظمت والی رات ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک قرآن حکیم میں اسے لیلۃ مبارکۃ یعنی برکت والی رات کہا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور مشرک، کینہ پرور، قطع رحمی کرنے والے اور بدکار عورت کے سوا سب کو بخشش دیتا ہے! ابونصر نے بالا سناد مروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، ایک رات میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو (آپ کی تلاش میں) گھر سے نکلی۔ میں نے دیکھا آپ بقیع (کے قبرستان) میں موجود ہیں اور آپ کا سرانور آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا، کیا تمہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تمہاری حق تلفی کریں گے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ میرا گمان تو یہ تھا کہ آپ کسی بی بی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات آسمان دنیا پر جلوہ فرما ہوتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے شمار سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس نصف ماہ شعبان کی شب جبرئیل آئے اور کہا یارسول اللہ! آسمان کی طرف اپنا سرانور اٹھائیے" میں نے ان سے پوچھا "یہ کون سی رات ہے؟" انہوں نے کہا "یہ وہ رات ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے۔ اور ہر اس شخص کو بخش دیتا ہے جس نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا بشرطیکہ وہ جادوگر، کاہن، سودخور، زانی اور عادی شرابی نہ ہو۔ ان لوگوں کی رب تعالیٰ بخشش نہیں کرتا جب تک وہ توبہ نہ کرلیں پھر جب رات کا چوتھائی حصہ گذر گیا تو جبرئیل پھر آئے اور کہا "یارسول اللہ! اپنا سر مبارک اٹھائیے! آپ نے ایسا ہی کیا دیکھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہیں اور پہلے دروازے پر ایک فرشتہ پکار رہا ہے خوشی ہو اس شخص کے لیے جس نے اس رات رکوع کیا۔ دوسرے دروازے پر ایک اور فرشتہ ندا دے رہا ہے، خوشی ہو اس شخص کے لیے جس نے اس رات سجدہ کیا۔ تیسرے دروازے پر ایک اور فرشتہ کہہ رہا ہے، خوشی ہو اس کے لئے جس نے اس رات دعا کی۔ چوتھے دروازے پر ایک اور فرشتہ پکارتا ہے، خوشی ہو اس رات ذکر کرنے والوں کو۔ پانچویں دروازے پر ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے، خوشی ہو اس کے لئے جو خوف خدا میں اس رات رویا۔ چھٹے دروازے پر ایک اور فرشتہ پکارتا ہے، اس رات تمام مسلمانوں کو خوشی ہو۔ ساتویں دروازے پر ایک اور فرشتہ کہتا ہے، کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کی آرزو اور طلب پوری کی جائے۔ آٹھویں دروازے پر فرشتہ آواز دیتا ہے، کیا کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ اس کے گناہ معاف کیے جائیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں، میں نے پوچھا "جبرئیل یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے" جبرئیل نے کہا "اول شب سے طلوع فجر تک"۔ اس کے بعد جبرئیل نے کہا، یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اس رات میں رہائی پانے والوں کی تعداد بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر ہوگی۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"کسی کو اس رات سعادت نصیب ہوتی ہے تو کسی کو شقاوت۔ کسی کو جزا دی جاتی ہے تو کسی کو رسوا کیا جاتا ہے، کسی کو سرفراز کیا جاتا ہے تو کسی کو سرنگوں۔ کسی کو اجر دیا جاتا ہے تو کسی کو جدا کیا جاتا ہے۔ بہت سے کفن دھوئے ہوئے تیار رکھے ہوتے ہیں لیکن کفن پہننے والے (لاعلمی وغفلت کی بناپر) بازاروں میں گھوم رہے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کی قبریں کھدی ہوتی ہیں اور وہ خوشی میں مگن ہوتے ہیں۔ بہت سے چہرے ہنس رہے ہوتے ہیں حالانکہ ان کی موت سر پر کھڑی ہوتی ہے۔ ادھر بہت سے مکان نو کی تعمیر قریب تکمیل ہوتی ہے ادھر ان کے مالک کوچ کو تیار ہوتے ہیں"۔ (غنیۃ الطالبین)

مختصر یہ کہ شب برأت ذکر وفکر، مجاہدہ ومراقبہ، رکوع وسجود اور تلاوت و درود وسلام کے لئے وقف ہونی چاہئے۔ اپنے گذشتہ اعمال بد پر ندامت کا اظہار کر کے بخشش کی دعائیں مانگی جائیں اور آئندہ نیک اعمال کے لیے کمربستہ ہو جانا چاہئے۔ یوں تو جب بھی اپنے بزرگوں اور دوسرے فوت شدہ بہن بھائیوں کو ایصال ثواب کیا جائے بہتر ہے، مگر اس رات کو اور بھی زیادہ بابرکت ہے۔ یونہی زیارت قبور خصوصیت کے ساتھ اس رات کے اچھے اعمال میں سے ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اتنی مقدس رات کو بھی بعض لوگ کھیل کود میں ضائع کر دیتے ہیں۔ آتش بازی، لہولعب اور پٹاخے چھوڑنا یوں بھی مناسب نہیں مگر اس رات کو اور بھی غلط ہے۔ احادیث وروایات نے کتنی تاکید کے ساتھ اس رات کو ذکر وفکر اور دن کو روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی مگر ہم ہیں کہ انجام سے بے پرواہو کر جو جی میں آئے کرگزرتے ہیں۔ اسی کو شعور کی موت کہا جاتا ہے۔

نسبت رسول علیہ التحیۃ والسلام کی فضیلت

جناب نثار احمد (سابق ہیڈ ماسٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس کو بھی میسر نسبت حبیب ہو　　　اسی کو ہی رحمت کونین نصیب ہو
ممکن نہیں کہ وہ نہ صاحب نصیب ہو　　　جسے بھی رسول کی نسبت نصیب ہو
نبی کی نسبت سے آب، آب زم زم بن گیا　　　یوسف کا کرتہ، شفا کا سامان بن گیا

اصحاب کہف کا کتا نیک لوگوں کی نسبت سے جنت جائے گا تو نسبت کی فضیلت کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔ آگ کو بھی اگر نبی سے نسبت ہو جائے تو گل و گلزار بن جائے، کشتی نوح سے نسبت ہو جائے تو تحفظ مل جائے۔ لیکن یہاں نسبت کا تذکرہ اس ہستی کا ہے

جس کی رفعتوں کا جواب نہیں　　　جس کی نوازشوں کا حساب نہیں
جس کی رحمتوں کی مثال نہیں　　　جس کی نسبتوں کو زوال نہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نسبت جس زمانے سے ہوئی تو قرآن نے کہا والعصر، زمانے کی قسم، جس شہر سے نسبت ہوئی تو اس شہر کی قسم اٹھائی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نسبت سے بے جان کو جان ملے، بے زبان کو زبان ملے، پتھر بھی مٹھی میں کلمہ پڑھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم صلی کے نبی ہونے کی شہادت دیں۔ جس چیز کو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نسبت ہوئی اسے بھی اس نوع سے برتر کر دیا۔ حجر اسود کو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے نسبت ہوئی تو وہ حجر اسود سب پتھروں سے افضل ہو گیا۔

حجر اسود کو بھی کیسی نسبت رسول ہے　　　اس پتھر کی بھی شہادت مقبول ہے

حجر اسود سفید پتھر تھا نسبت رسول سے اس خاصیت کا حامل ہو گیا کہ انسانوں کے گناہوں کو چوس چوس کر یہ پتھر سیاہ ہو گیا اور قیامت کے دن شہادت بھی دے گا اور شفاعت بھی کرے گا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نسبت سے دین اسلام کو سب ادیان سے اعلیٰ وارفع گردانا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله　(سورہ الفتح کی آیت ۲۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب ادیان پر غالب کر دیا۔

زمانے کی نسبت والعصر قسم ہے زمانے کی اور شہر نسبت پر ارشاد فرمایا:

لا اقسم بهٰذا البلده وانت حل بهٰذا البلد　ترجمہ: قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تجھ کو قید نہ رہے گی اس شہر میں۔

جس امت سے نسبت ہوئی تو ارشاد فرمایا:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران ۱۱۰)۔ ترجمہ: تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں فرمایا:

ینسآء النبی لستن کاحد من النساء (الاحزاب ۳۲)۔ یعنی: اے نبی کی عورتو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

عام انسانوں کا پسینہ بدبودار لیکن جس پسینہ کو میرے نبی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نسبت ہوگئی وہ گلاب کی خوشبو بن گیا اور جس ہوا کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جسم مبارک سے نسبت ہوگئی وہ ہوا بھی پاکیزہ اور معطر ہوگئی۔ خاکِ پا، خاکِ شفاء ہوگئی۔ اسی لئے اقبال نے فرمایا: سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

جس کو بھی میسر نسبت حبیب ہو　　اسی کو ہی رحمت کونین نصیب ہو

جو جتنا سرکار مدینہ کے قریب ہو　　اس کو اتنی ہی اچھی سعادت نصیب ہو

اماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نسبت ہوئی تو سب سے کمزور سواری سب سے تیز ہوگئی اور اماں کے گھر سے اندھیرا دور اور اجالا ہی اجالا ہوگیا۔ بچہ بکری کو نسبت ہوئی تو بے دودھ، دودھ دینے لگی۔ کھانوں میں برکت ہوگئی، دودھ کا ایک پیالہ ستر (۷۰) صحابہ نے پیا۔ قرآن فرماتا ہے "اے محبوب جب تم ان لوگوں میں ہو تو عذاب کیسا؟" تمہاری موجودگی اور نسبت سے ان پر پہلی قوموں کی طرح عذاب نہیں کیا جائے گا بلکہ تمہاری شفاعت پر ان گناہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ کیونکہ تمہاری نسبت والوں پر رحم کیا جائے گا۔

جس کی نسبت سے بے مثل عظمت ملے　　ایسا عالی گہر ہے ہمارا نبی

جس کی نسبت بنی ضامن مغفرت　　شافع روزِ محشر ہے ہمارا نبی

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوران جنگ تلوار ٹوٹ گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت عکاشہ کو چھڑی دی وہ چھڑی نسبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے تلوار کی طرح کاٹتی رہی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ میں ٹوپی یا دستار پہن کر جاتے، جس کے اندر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے موئے مبارک رکھتے اور فتح کو یقینی بناتے اور فتح حاصل کرتے رہے۔

خالد بن ولید موئے مبارک رکھیں دستار میں　　فتوحات کا راز پنہاں نسبت شہ ابرار میں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد جس جنگ میں کوئی صحابی رسول شریک ہوتا تو رب تعالیٰ سرکار کی اس نسبت سے فتح عطا فرما دیتا بلکہ صحابہ کے بعد تبع تابعین میں سے بھی کوئی ایک شامل ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نسبت در نسبت کی لاج رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرما دیتا۔

جس کی نسبت ہے سرمایہ برتری　　شکست و ریخت سے ہو وہ بری

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم اقتدیهم نهدیهم. ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جو ان کی پیروی کرے گا فلاح پائے گا۔

☆... صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کے پانی کو نیچے نہیں گرنے دیتے کیونکہ اس پانی کو نسبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حاصل ہوگئی اس پانی کو اپنے چہرے پر مل لیتے۔

☆... آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے منبر مبارک کو پکڑ کر دعائیں کرتے جو قبول ہو جاتیں۔

☆... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور مبارک میں قحط پڑ گیا تو لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارش کے لئے دعا کی درخواست کی، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ہیں ان کی نسبت بہت بہتر ہے۔ اس لئے ان سے دعا کرواتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی تو بارش آ گئی۔

☆... حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا جبہ مبارک تھا جو بیمار آتا حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جبہ مبارک کو پانی میں بھگوتیں اور پانی مریض کو پلاتی تو اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیتا۔

جس کی نسبت میں ملیں بے مثل عظمتیں تاجدار مدینہ کی نسبت میں پوشیدہ سب رفعتیں

غار یار کو عبداللہ سے ابوبکر صدیق کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کو ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ جگہ دی اور حبشی غلام کو محرم و محتشم کر دیا۔

نسبتوں کے ایسے صلے کون دیتا ہے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

بجپالوں کا بجپال ہے ہمارا نبی نسبتوں کی لاج رکھنے والا ہے ہمارا نبی

ذرا غور فرمائیے، وہ کون سا نظام ہے جو دنیا نے آزما کر نہیں دیکھا مگر حاصل کیا ہوا؟ انسانیت کی بے قدری، ایک دوسرے سے بے گانگی، انتشار ہی انتشار، فساد ہی فساد اگر ہم چاہتے ہیں کہ مزید ٹھوکروں سے بچ جائیں تو اس کا واحد حل

تھام لو دامن مصطفےٰ کام آئے گی نسبت مجتبےٰ

ایمان مفصل کی چھ شرائط ہیں، لیکن حرف توحید کا اقرار کرنے سے ایمان مکمل نہیں ہوتا بلکہ رسالت کے اقرار کے بغیر ایمان ہوتا ہی نہیں۔ جان لو! اگر عقیدہ رسالت کا دامن نہ تھاما تو عقیدہ توحید بھی قبول نہ ہوگا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ' اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو نبی کریم کی پیروی کرو'۔ نبی کریم کی پیروی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت اور نسبت کے بغیر نامکمل ہے۔

سبق ملا ہے در مصطفےٰ سے توحید کا نسبت رسول سے ملے گا پیغام نوید کا

بن کے تو دیکھ ایک بار تاجدار موید کا پھر تیرا ہر روز ہوگا، دن عید کا

قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس ظاہری دنیا میں بھیجنا چاہا تو تمام انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا کہ تم سب نے نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایمان بھی لانا ہے اور مدد بھی کرنی ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ انبیاء پردہ پوشی کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہی ارشاد ہے کہ جب تم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھو تو سرکار مدینہ کی بارگاہ میں آجاؤ وہ معاف کردیں تو تمہارا رب بڑا غفور و رحیم ہے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پردہ فرمانے کے بعد معاف کرسکتے ہیں تو وہ مدد کیونکر نہیں کرسکتے۔ حالانکہ وہ سیدنا ناصر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں یعنی مدد فرمانے والے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے معافی کے لئے شرط لگادی کہ پہلے مدینہ سے نسبت قائم کرو پھر معافی مانگو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نسبت قائم کرنے کا بہترین ذریعہ درود پاک ہے۔ درود پاک پڑھنے والے کو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دیکھتے بھی ہیں اور سماعت بھی فرماتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے:

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ درود شریف ایک بار پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دے گا اور اس شخص کا ثواب بھی لکھ دے گا جس نے ایک غلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے فرشتو! میرے اس بندے نے میرے حبیب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا ہے مجھے اپنی عزت و جلال۔ اپنی عنایات اور اپنی بلندی کی قسم میں اسے ہر حرف کے بدلے جس کے ساتھ اس نے درود پڑھا ہے جنت میں ایک محل عطا کروں گا اور وہ قیامت کے روز میرے پاس لواء الحمد کے نیچے اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے کی روشنی چودھویں کے چاند کی طرح اور اس کا ہاتھ میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا۔

نسبت قائم کرنے پر مذکورہ بالا اتنا بڑا انعام، اتنی بڑی فضیلت شاید کسی اور عبادت میں نہ ہو۔

ہمارے پیارے نبی کریم، سیدنا شفیع صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یعنی شفاعت کرنے والے ہیں اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سیدنا مشفع صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی ہیں اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شفاعت مقبول بھی ہے۔ جن کے بارے میں رب تعالیٰ یہ کہے کہ پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے معافی مانگو تو تمہارا رب غفور الرحیم ہے پھر آج ہی کیوں نہ ان سے رابطہ کرکے نسبت قائم کرلیں اور میں تو بس یہی کہوں گا

جس کی مرہون منت ملے معافی مجھے — ایسے شافع محشر کی نسبت ہے کافی مجھے

ایماں! نسبت رسالت سے ہے اس کے سوا کچھ نہیں — مسلماں! چھوڑ کر در مصطفےٰ تجھے حاصل کچھ نہیں

"مکتوب سوم" (قسط نمبر۳)

محدث زماں محمد اسحاق نذیری صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فارسی	اردو
"دربیان محبوس شدنِ یاران بمقام مخصوص وگذشتن بعضے ازاں ورسیدن بمقامات تجلی ذاتی نیز باپیر بزرگوارِ خود نوشتہ اند"	بعض مریدوں کا ایک خاص مقام میں محبوس ہو جانے اور بعض کا آگے گزر جانے اور تجلی ذاتی تک پہنچنے کے بیان میں نیز اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا ہے۔
"عرضداشت آنکہ"	خدمت عالیہ میں گزارش یہ ہے کہ
"یارانیکہ اینجا اند وہمچنیں یارانِ آں جائی ہر کدام بمقامے محبوس اند طریق برآوردنِ آنہا ازاں مقامات متعسر است آں قدر قدرت کہ مناسب آں مقام است در خود نمی یابد"	جو ساتھی یہاں ہیں (یعنی سرہند دربار میں) اور ایسے ہی وہاں کے ساتھی (یعنی جو سالکین دہلی میں مرشد کے دربار میں ہیں) سب سلوک کے ایک مقام میں بند ہیں (آگے ترقی نہیں کر رہے) انکو ان مقامات سے اوپر لیجانا مشکل ہے اس مقام کے مناسب اتنی قدر طاقت بندہ اپنے اندر نہیں پاتا (یعنی بند ساتھیوں کو روحانی تصرف سے نکالنے کی طاقت نہیں اب کیا کیا جائے)
"حق سبحانہ با برکت توجہات علیہ حضرت ایشاں ترقی بخشد"	حق سبحانہ حضرت مرشد کامل کی توجہات کی برکت سے ہی ترقی بخشے (یعنی جناب توجہ فرمائیں تو ضرور ترقی ہوگی)
"یک کس از خویشانِ ایں کمینہ ازاں مقام گذشت و بمقدمۂ تجلیاتِ ذاتی رسید"	اس عاجز کے اپنے متعلقین میں سے ایک شخص اس مقام سے آگے گزرا ہے اور ذاتی تجلیات کے پہلے حصہ تک پہنچا ہے (یعنی مجدد صاحب کے اپنے مریدوں میں سے ایک سالک تجلی ذاتی کی ابتدا تک پہنچا ہے)
"حالش بسیار خوب است قدم برقدم حقیر دارد"	اسکا حال بہت اچھا ہے وہ اپنا قدم حقیر (مجدد صاحب) کے قدم پر رکھتا ہے
"دربارۂ دیگران ہم امیدوار است"	دوسروں کے بارہ میں بھی بندہ امید رکھتا ہے (یعنی امید ہے کہ وہ بھی ترقی کرینگے اور حبس کے مقام سے نکلیں گے)

''دیگر بعضے از یارانِ آنجائی بطریق مقربین مناسبت ندارند''	دوسرے بعض ساتھی وہاں کے ساتھیوں سے مقربین کے راستہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے (یعنی دہلی کے آستانہ مرشد کے سالکین میں سے بعض ساتھی مقربین کے راستہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے۔ مقربین کا راستہ محبت ،عشق ،ذکر وفکر ،مراقبہ اور باطن کو غیر حق سے بالکل خالی کر کے فنا اور بقاء ہے)
''موافقِ حالِ آنہا طریق ابرار است''	انکے حال کے موافق ابرار کا راستہ ہے (ابرار کا راستہ یہ ہے کہ نماز وروزہ کی عبادت کثرت سے کی جائے اس میں محنت وریاضت کی ضرورت ہوتی ہے)
''فی الجملہ یقینے کہ حاصل کردہ اند ہم غنیمت است بہمان طریق امر باید فرمود''	خلاصہ یہ ہے کہ جتنا یقین انہوں نے حاصل کر لیا ہے یہ بھی غنیمت ہے ۔اُسی راستہ کا حکم فرمانا مناسب ہے (یعنی ابرار کا طریقہ)
''ع۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند''	ہر کسی کو کسی کام کے لئے بنایا ہے۔
''در تفصیل اسامی آنہا جرئت نہ نمود کہ از ایشان مخفی نخواہد بود''	ان سالکین کے ناموں کی تفصیل بیان کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا کہ حضرت جناب سے پوشیدہ نہیں ہیں
''زیادہ گستاخی نہ نمود''	زیادہ لکھنا گستاخی نہ ہو جائے (اسلئے خط لمبا نہیں کر سکتا)
''روز تحریر عرضہ داشت میر سید شاہ حسین در مشغولی خود چناں دیدند کہ گویا بدروازۂ کلان رسیدہ است میگویند کہ دروازۂ حیرت است درون او کہ نظر میکنم حضرت ایشاں راو ترا می بینم ہر چند سعی میکنم کہ خود در درونِ اندازم پائے من یاری نمیکند''	عرضی نامہ لکھنے کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنے مراقبہ میں ایسے دیکھا کہ گویا ایک بڑے دروازہ پر پہنچا ہے وہ کہتے ہیں کہ ''حیرت کا دروازہ ہے میں اسکے اندر دیکھتا ہوں تو حضرت خواجہ باقی باللہ اور آپ (مجدد صاحب) کو دیکھتا ہوں پوری کوشش کرتا ہوں کہ اپنے آپکو بھی اندر ڈال دوں لیکن پاؤں ساتھ نہیں دیتے''۔ (اس مکتوب شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے ذریعہ داخل ہوئے اور منازل طے کر لیں تو حضرت خواجہ نے اپنے مریدین سالکین بھی تربیت کے لئے حضرت مجدد صاحب کے حوالہ کر دیئے۔ دوران سلوک کچھ سالکین ایک مقام میں بند ہو گئے تو مجدد صاحب حضرت خواجہ سے توجہ کرنے کے لئے ملتجی ہوئے۔ دوران سلوک بند ہونے والوں میں ایک بزرگ سالک میر سید شاہ حسین ہیں ابھی حضرت صاحب نے خط لکھ کر فارغ نہیں ہوئے تو شاہ حسین صاحب کا حبس ٹوٹ گیا اور آپ نے اگلی منزل دیکھ لی۔

عالم کفر کی ریشہ دوانیاں اور امت مسلم

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرالہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(پیکر زہد و عشق حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی فکر انگیز تحریر جو آپ نے 1993ء میں "عزم نو" گورنمنٹ کالج شکر گڑھ کے اداریہ میں لکھی نظر قارئین ہے۔)

ذرا غور فرمایئے کون ایسا ذی شعور مسلمان ہے جسے عالم اسلام کی موجودہ زبوں حالی پریشان نہیں کر رہی۔ آج امریکہ اور ہنود و یہود سب متحد و متفق ہو کر ملت اسلامیہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں۔ بوسنیا کے پرامن باسیوں سے صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمتہ کی مدافعانہ یلغاروں کا بدلا لیا جا رہا ہے اور صلیبی جنگوں کے مذہبی جنون سے بدحال ہو کر فرزندان مثلیث اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ میدان وغا میں دندنا رہے ہیں۔ اسی انتقامی ذہنیت سے مسئلہ فلسطین حل کر کے مجبور و مقہور، محسور و محصور اور بیکس و غیور مسلمانوں کے زخموں پر مزید نمک چھڑک دیا گیا ہے۔ یہی شیطنت خلد زار کشمیر میں ظلم و ستم کے شعلے بھڑکا رہی ہے۔ ہماری ماؤں بہنوں کی عصمتیں لٹ رہی ہیں۔ ہمارے نونہال خاک و خون میں لوٹ رہے ہیں۔ ہمارے بچوں کو یتیم اور گھروں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے۔ ہماری غیرت ملی کا جائزہ اور ایمان کا امتحان لینے کے لئے بوسنیا کی ہزاروں مسجدوں اور خانقاہوں کو زمین بوس بلکہ بے نام و نشان کرنے کے علاوہ بابری مسجد کی تباہی کے بعد اب حضرت بل کی درگاہ واقعہ مقبوضہ کشمیر میں تاجدار ختم نبوت، نازنین حضرت رب العزت حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی گستاخی کے لئے مہینے بھر سے زیادہ محاصرہ جاری رہا۔ برما، فلپائن اور سری لنکا میں مسلمان کا لہو پانی سے ارزاں ہو چکا ہے۔

یہ ہیں عالم اسلام کے وہ حالات جن سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کیا ان کی سنگینی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اکا دکا احتجاجی جلوس نکال کر چپ سادھ لیں یا ایک دو بیان اخباروں کی زینت بنوا کر خاموش ہو جائیں یعنی

ظلم کشمیر میں ہوا ہے بہت   سوچتے ہیں کہ کیا علاج کریں
آؤ سب مل کے بددعائیں دیں   اور سب مل کے احتجاج کریں

اگر ہم یہی کچھ کرنا چاہتے ہیں اور ہماری جدوجہد یہیں تک محدود ہے تو یہ دراصل اپنی اجتماعی خودکشی کے مترادف ہے۔ آہ! ہم کیوں ایسے بہرے ہو چکے ہیں کہ اپنی مظلوم بہنوں کی چیخ پکار تک ہمیں سنائی نہیں دیتی۔ ہم کیوں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ کشمیر کے جلتے ہوئے چناروں سے اٹھنے والے شعلے ہمیں نظر نہیں آتے، ہم کیوں ایسے بدھو بن گئے ہیں کہ عالم کفر ہمیں ذبح کرنے کے منصوبے تیار کر چکا ہے اور ہم ہنستے کھیلتے اپنے مقتل کی طرف رواں دواں ہیں۔ کیا آپ جانتے نہیں چند سالوں کے اندر صدیوں کا حساب چکایا گیا ہے۔ ہمارا قبلہ اول ہم سے چھین لیا گیا ہے۔ مصر و شام کے وسیع علاقے ہم سے ہتھیا لئے گئے ہیں۔ لبنان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔

پاکستان کو دولخت کر دیا گیا ہے۔ کویت پر عراق کو بیوقوف بنا کر خود چڑھائی کرائی گئی اور پھر اسی کی حمایت کا ڈھونگ رچا کر عراق کو تہس نہس اور مسلمانوں کے تیل پر بڑی 'شرافت' سے قبضہ جما کر انہیں بے دست وپا کر دیا گیا ہے۔ رشدی ملعون جیسے شیطانوں کو انتہائی ناپاک جسارتوں پر ابھارا گیا اور اب ہر ملک حتیٰ کہ پاکستان میں بھی ایسے شیطان تیار کیے جا رہے ہیں تا کہ مسلمان ناموس رسالت جیسے نازک ترین مسئلے کے خلاف ہرزہ سرائیوں کے عادی ہو جائیں اور غیرت کی جو رمق ان میں موجود ہے۔ پوری طرح سے زائل ہو جائے۔

رہ گئی ہماری مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان، یہ دشمنان اسلام کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ مشرقی پاکستان کے جدا ہو جانے کے باوجود اسے اب بھی اسلام کا مضبوط ترین قلعہ تصور کیا جاتا ہے لہذا کفر کا اصل ہدف یہی ہے۔ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے سازشی اس میں بھی دراڑیں ڈال رہے ہیں۔ یہاں فی الحال ثقافتی یلغاروں سے قلوب واذہان کو 'سر' کیا جا رہا ہے۔ مخرب اخلاق ناولوں کی بھرمار سے افکار میں زہر گھولا جا رہا ہے۔ فحاشی وآوارگی کی کھلے بندوں اشاعت کا 'افتتاح' ہو رہا ہے۔ 'بھنگڑا مار کا' خواتین سر عام اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ انڈیا کے فحش گانوں سے قلب ونظر کو 'ویران' کیا جا رہا ہے۔ 'ہمارے قومی اخبارات اس سیلاب کو روکنے کی مساعی کرنے کی بجائے حیاء باختہ، برہنہ عورتوں کے انٹرویو اس انداز میں شائع کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ گویا قوم کا عزیز ترین اور مقدس ترین گروہ یہی ہے۔ روزنامہ 'خبریں' کی ایک پرانی خبر کے مطابق اسلام آباد جیسے مرکزی مقام کے ایک تعلیمی ادارے میں جس کی ماہانہ فیس سوا لاکھ روپیہ ہے، شراب خانہ خراب سے ہماری 'نرسری' کی آبیاری کی جا رہی ہے۔ غرض دشمن پوری قوت وہمت سے مسلمانوں کے اندر اسلام کو ذبح کرنا چاہتا ہے اور اس کے نزدیک جو اپنے اسلام کو سلامت رکھنا چاہتا ہے، خود ذبح ہونے کے لئے تیار ہو جائے (چنانچہ کشمیر اور بوسنیا میں شہادت کا جو بازار گرم ہے اس کا پس منظر یہی ہے)

مسلمانوں کو اس عالمگیر تباہی سے بچانے کے لئے ملت اسلامیہ کا باہمی اتحاد از بس ضروری ہے۔ مگر فی الحال یہ کیونکر ممکن ہے۔ ہمارے بیشتر اسلامی ممالک میں ایسے لوگوں کی حکومتیں ہیں جو اسلام دشمن قوتوں کے زر خرید غلام ہیں اور اپنے آقاؤں کے اشارے پر خود سینکڑوں مسلمانوں کو ان کی اسلام سے پر خلوص وابستگی کی بنا پر بنیاد پرست کا نام دے کر تہ تیغ کرنے سے گریز نہیں کر رہے۔ ہاں، بحمدہ تعالیٰ (وبکرمہ المصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء) پاکستان ابھی اس شدید ترین صورت حال سے محفوظ ہے۔ کاش یہیں کے خواص سر جوڑ کے بیٹھتے، ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوتے اور عوام کو بھی اتحاد واتفاق کا سبق دیتے۔ اہل پاکستان ہی متحد ومنظم ہو جائیں تو بھی خدا کے فضل سے دشمنوں کے منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا خطرہ سر سے ٹل سکتا ہے۔)

ملک وقوم کو متحد کرنے کے سلسلے میں جو ذمہ داری کارکنان حکومت قومی رہنماؤں، علماء ومشائخ پر عائد ہوتی ہے، اس کا اہم تعلق تعلیمی اداروں کے سربراہوں اور اساتذہ کرام سے بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جنہیں بجا طور پر معماران قوم کہا جاتا ہے۔ واقعی اپنے تعمیری منصب کو پیش نظر رکھیں تو قوم کے دن پھر سکتے ہیں۔ حمید نظامی مرحوم اور ان کے ساتھی جنہوں نے قائداعظم کی تحریک پاکستان میں ہراول دستے کا کام دیا تھا، اساتذہ کرام ہی کے تیار کردہ تھے۔ چھ چھ سات سات سال کے وہ بچے جو پاکستان کا جھنڈا تیغ وتیر کی بارشوں میں لہراتے تھے،

ان لوگوں کے فیض یافتہ تھے۔ خیر وہ پاکستان بنانے کا دور تھا۔ اب پاکستان بچانے کی ضرورت ہے۔ کاش دور حاضر کا استاد بھی اس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے کہ قوموں کا بننا بگڑنا بہت حد تک اس پر منحصر ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے بنگلہ دیش کے منحوس قیام میں وہاں کی یونیورسٹیوں کے ہندو اساتذہ کا بڑا ہاتھ تھا۔ پھر سندھ کے حالات کی ہنگامہ پروری دشمن ملک کے وفادار اور اپنے ملک سے بیوفا استادوں کی وجہ سے بھی ہوئی

نونہالان ملت کا حکمانہ نصاب کے مطابق علم حاصل کرنا تعلیم کہلاتا ہے مگر حقیقی استاد صرف تعلیم دینے تک محدود نہیں رہتا وہ ان کی تربیت کرتا ہے جس سے قوم وملک کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اچھی شہریت کے اصول انہیں سکھاتا ہی نہیں، ان کے کردار میں داخل کرتا ہے۔ وہ انہیں بہترین اخلاق سے آراستہ کر کے دوسروں کے لئے بھی نمونہ بنا دیتا ہے مگر سچا مسلمان استاد جو خدمت اسلام کے تقاضوں پر نظریں جمائے رہتا ہے، ان میں ایمان کی بجلیاں بھی بھر دیتا ہے۔ انہیں اسلام کا جانباز سپاہی بھی بناتا ہے ان کی تربیت کی بنیاد کتاب و سنت کے سنہری اصولوں پر رکھتا ہے انہیں اسلامی معاشرت کی برتری ذہن نشین کراتا ہے ان کے اندر سے احساس کمتری نکال کر انتم الاعلون ان کنتم مومنین (تمہیں غالب ہو بشرطیکہ تم میں ایمان ہو) کی مسند پر بیٹھاتا ہے۔ انہیں خاندان گیتی سے اٹھا کر مہر وماہ پر کمندیں ڈالنے کی ترکیبیں سکھاتا ہے وہم وگماں کی تعلیمات سے بچا کر انہیں سوز یقین کی کائنات گیر قوتوں سے آشنا کرتا ہے اور یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوتا ہے، خود عشق نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے سرشار ہو کر اپنے شاگرد کو بھی یہی نشہ چڑھاتا ہے۔ افسوس یہ حقیقت نظروں سے اوجھل کی جارہی ہے کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ حالانکہ اس کے بغیر خدا سے تعلق ہو سکتا ہے، نہ قرآن سے، اس سے محروم ہو کر ہمیں اسلام سے واسطہ رہتا ہے نہ ملت سے۔ یہی جذبہ ہمارے ایمان وایقان، توحید وعرفان کی بنیاد ہے۔ دشمن مختلف حیلوں بہانوں سے اسی جذبے کو سرد کرنا چاہتے ہیں اور مخلص مسلمان استاد اس جذبے کو اولین ترجیح دیتا ہے۔ مسلمان نوجوان کے لہو کو گرمانے والا اور مسلمان طالب علم کے اندر اضطراب پیدا کرنے والا یہی جذبہ ہے۔ اسی لئے حضرت اقبال نے خدا کی طرف سے جواب شکوہ میں فرمایا تھا

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

اور پھر یہ کہ:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مختصر یہ کہ قومی بیداری کی سب سے پہلی منزل نونہالان ملت کی بیداری ہے یعنی یہ کہ انہیں درد دل سے مالا مال کر کے مرکز سے وابستہ کیا جائے۔

والدین سے حسن سلوک

حضور حجۃ الاسلام امام الغزالی قدس سرہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب سے پسندیدہ عمل: صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا، اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا، اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا والدین سے اچھا سلوک۔ میں نے پوچھا، پھر کون سا عمل پسندیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔

باپ کا حق: مسلم شریف کی روایت ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

لا یجزی ولد والدہ الا ان یجدہ مملوکاً فیشتر بہ فیعتقہ

ترجمہ: بیٹا باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وہ باپ کو غلام پائے اور اسے خرید کر آزاد کردے۔

والدین کی خدمت جہاد سے افضل ہے: مسلم شریف کی روایت ہے ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، میں آپ کے ہاتھ پر اللہ کی رضا جوئی میں ہجرت اور جہاد کی بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا، تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کی دونوں زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جا اور والدین کی خدمت کر۔

ابویعلیٰ اور طبرانی کی روایت ہے، ایک آدمی آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں مگر چند مجبوریوں کی بنا پر معذور ہوں۔ آپ نے فرمایا، تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کی، میری ماں زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگ کر ماں سے اچھا سلوک کرتا رہ، تجھے حج، عمرہ جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب ملے گا۔

طبرانی میں ہے ایک آدمی نے جہاد کی تمنا ظاہر کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پوچھا، تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا میری ماں زندہ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ماں کے قدموں کو پکڑ، جنت پالے گا۔ ابن ماجہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اولاد پر والدین کے کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: وہ تیری جنت اور جہنم ہیں۔

ابن ماجہ، نسائی اور حاکم کی روایت ہے، ایک آدمی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، میرا جہاد کرنے کا ارادہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ماں سے اچھا سلوک کر جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پوچھا، تیرے والدین ہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ان کی خدمت کر، جنت ان کے قدموں میں ہے۔

والدین جنت کا درمیانی دروازہ ہیں: ترمذی میں ہے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے آ کر عرض کیا، میری ماں

مجھے بیوی کو طلاق دینے کا کہتی ہے۔ آپ نے بتایا، میں نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: والدین جنت کا درمیانی دروازہ ہیں، چاہے تو اسے ضائع کردے اور چاہے تو اس کی حفاظت کر۔

ابن حبان کی روایت ہے، ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی کہ میرا باپ پہلے تو مجھے شادی کرنے کا حکم دیتا رہا اور اب کہتا ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ آپ نے فرمایا، نہ میں تجھے والدین کی نافرمانی کرنے کا کہتا ہوں اور نہ ہی بیوی کو طلاق دینے کے لئے کہتا ہوں، میں تمہیں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث سناتا ہوں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، تیری مرضی ہے اس کی حفاظت کر یا اسے چھوڑ دے۔

سنن اربعہ، ابن حبان اور ترمذی کی روایت ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں، میرے نکاح میں ایک عورت تھی جسے میں بہت پسند کرتا تھا۔ مگر میرا باپ اسے اچھا نہیں سمجھتا تھا، میرے باپ نے کہا، اسے طلاق دے دو تو میں نے انکار کردیا، میرے باپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ سنایا، تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے فرمایا: کہ بیوی کو طلاق دے دو۔

درازیٔ عمر کا نسخہ: مسند احمد میں روایت ہے کہ

من سره ان يمد عمرله في عمره و يزاد في رزقه فليبر والديه وليصل رحمه

ترجمہ: جو درازیٔ عمر اور فراخی رزق کی تمنا رکھتا ہو، وہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور صلۂ رحمی کرے۔

ابو یعلیٰ اور حاکم کی روایت ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

من بروالديه طوبىٰ له زاد الله في عمره

ترجمہ: جس نے والدین سے اچھا سلوک کیا، اسے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر دراز کردی۔

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم سے مروی روایت ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: آدمی گناہوں کے سبب رزق سے محروم ہو جاتا ہے، دعا تقدیر کو لوٹا دیتی ہے اور حسن خلق عمر کو درازی عطا کرتا ہے۔ ترمذی کی ایک روایت ہے دعا قضا کو پلٹ دیتی ہے اور اچھا سلوک عمر کو دراز کردیتا ہے۔

والدین سے اچھا سلوک کرو: حاکم کی روایت ہے، دوسرے لوگوں کی عورتوں کو معاف کرو، تمہاری عورتوں سے درگزر کیا جائے گا، اپنے والدین سے اچھا سلوک کرو، تمہاری اولاد تم سے اچھا سلوک کرے گی اور تم درگزر کرو، تمہاری عورتیں بھی درگزر کریں گی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بددعا: مسلم شریف کی روایت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس کی ناک غبار آلود ہو، اس کی ناک غبار آلود ہو، اس کی ناک غبار آلود ہو۔ عرض کیا گیا، کس کی یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: جس نے والدین کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں نہ گیا یا انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا۔ (والدین کو اچھے سلوک سے راضی نہ کیا)

طبرانی کی حدیث ہے، حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، آمین! آمین! آمین، پھر فرمایا، جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا اور اس سے اچھا سلوک نہ کیا اور

مر گیا تو وہ جہنم میں گیا، اللہ اسے بعید کرے گا، آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) آمین کہیں تو میں نے آمین کہی۔ پھر جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، یارسول اللہ! جس شخص کے سامنے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا ذکر ہوا اور اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر درود نہ بھیجا اور مر گیا تو وہ جہنم میں گیا، اللہ نے اسے اپنی رحمت سے بعید کر دیا، کہئے آمین، تو میں نے آمین کہی۔

ابن حبان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں، جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے اچھا سلوک نہ کیا اور وہ مر گیا تو جہنم میں گیا، اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے۔ میں نے آمین کہی۔

حاکم وغیرہ کی روایت کے آخر میں ہے کہ وہ رحمت سے دور ہو گیا جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انہوں نے اسے جنت میں نہیں پہنچایا، میں نے آمین کہی۔

طبرانی کی ایک روایت یہ ہے کہ جس نے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان سے اچھا سلوک نہ کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہوا اور غضب خدا کا حقدار بنا۔ میں نے آمین کہی۔ احمد کی روایت ہے، جس نے کسی غلام مسلمان کو آزاد کیا، وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا پھر بھی اس کی بخشش نہ ہوئی، اللہ اسے رحمت سے بعید کر دے گا۔

لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہستی: صحیحین کی روایت میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے پوچھا گیا، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) لوگوں میں کون محبت کرنے کے زیادہ لائق ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا 'ماں'، عرض کیا گیا پھر کون؟ فرمایا 'ماں'، عرض کیا گیا پھر کون؟ فرمایا 'ماں'، جب چوتھی بار عرض کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا باپ۔ صحیحین میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں میری مشرکہ ماں میرے پاس آئی تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ میری بے دین ماں آئی ہے، میں اس سے کیا سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اچھا سلوک کرو۔

والدین کی رضا رب کی رضا ہے: ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے یا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد یا والدین کی ناراضگی میں ہے۔ طبرانی کی ایک روایت ہے، والد یا والدین کی فرمانبرداری میں اللہ کی فرمانبرداری ہے اور والد یا والدین کی نافرمانی میں اللہ کی نافرمانی ہے۔ بزار کی ایک روایت ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: والدین کی رضا میں رب کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔

والدین سے حسن سلوک توبہ کا ذریعہ ہے: ترمذی، حبان اور حاکم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، میرے لئے توبہ ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں ہے؟ عرض کیا نہیں، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تیری خالہ ہے؟ عرض کی ہاں! فرمایا جاؤ اور خالہ سے اچھا سلوک کرو۔

والدین کی وفات کے بعد ان سے حسن سلوک: ابوداؤد اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم والدین کی موت کے بعد ان سے اچھائی کرنے کی کوئی صورت ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ان کے لئے دعائے مغفرت کرو، ان کے وعدوں کو پورا کرو، ان کے رشتہ داروں سے تعلق رکھو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔ ابن حبان کی روایت میں

اتنا اضافہ ہے کہ اس جوان نے کہا، یہ کتنی عمدہ اور جامع بات ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اس پر عمل کرو۔
امام مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ کی طرف سفر کر رہے تھے، راستے میں انہیں ایک بدوی ملا، آپ نے اسے اپنے گدھے پر بٹھایا اور اپنی دستار مبارک اتار کر اسے دی۔ ابن دینار نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، یہ بدوی لوگ تو چھوٹی سی عطا سے خوش ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا باپ میرے باپ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: سب سے اچھی نیکی بیٹے کا اپنے باپ کے دوستوں کو عزیز رکھنا ہے۔
صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے یہاں تشریف لائے اور فرمایا، جانتے ہو میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے عرض کیا نہیں، انہوں نے فرمایا، میں نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قبر میں سوئے ہوئے باپ سے نیکی چاہتا ہے، وہ اس کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔ میرے باپ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمہارے باپ میں بھائی چارہ تھا، میں اس لئے حاضر ہوا ہوں۔
تین نوجوانوں کے نیک اعمال: صحیحین اور دوسری کتب احادیث میں روایت ہے کہ اگلے وقتوں میں تین آدمی تلاش رزق کے لئے سفر میں نکلے، راستے میں انہیں بارش نے آلیا اور وہ بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے۔ اچانک ایک چٹان لڑھک کر غار کے منہ پر آ کر رک گئی اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہر ایک اپنے نیک اعمال کو یاد کر کے دعا مانگے تا کہ اس مصیبت سے نجات مل جائے۔
ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ذرا سوچو اور کوئی ایسا عمل یاد کرو جو تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کیا ہو اور اس عمل کو وسیلہ بنا کر اس چٹان سے نجات کی دعا مانگو۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں، چٹان گرنے کی وجہ سے غار کا نشان مٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہم کہاں ہیں، اللہ تعالیٰ سے اپنے بہترین عمل کو وسیلہ بنا کر دعا کریں تب ان میں سے ایک نے کہا، الٰہ العالمین! میرے والدین بوڑھے تھے، ان سے پہلے شام کے وقت کسی بچے کو دودھ نہیں پلایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اتفاق ہوا میں کسی کام کے لئے چلا گیا جب میں واپس آیا تو وہ سو گئے تھے، میں نے دودھ دوہا اور ساری رات دودھ لے کر سرہانے کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میرے بچے ساری رات بھوکے سوتے رہے۔ اے رب ذوالجلال! میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کو پانے کے لئے کیا تھا اب تو یہ چٹان ہم سے ہٹا دے۔ اس دعا کے بعد چٹان اتنی ہٹ گئی کہ سورج کی روشنی اندر آنے لگی۔
ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، میرے چھوٹے بچے تھے، میں جب بکریاں چرا کر واپس آتا تو دودھ دوہ کر پہلے والدین کو پلاتا پھر بچوں کو دیتا۔ ایک مرتبہ مجھے ضروری کام کے لئے جانا پڑا، واپسی اس وقت ہوئی جب میرے والدین سو چکے تھے، میں نے حسب معمول دودھ دوہا اور لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور بچے میرے قدموں میں پڑے دودھ مانگتے رہے مگر میں نے والدین کو دودھ پلائے بغیر انہیں دودھ دینا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو اس چٹان کو ہٹا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں چٹان اتنی ہٹ گئی کہ انہیں آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے نے چچا زاد بہن سے زنا سے باز رہنے کا ذکر کیا اور تیسرے نے مزدور کی اجرت کی امانت داری کا ذکر کیا یہاں تک کہ چٹان مکمل طور پر ہٹ گئی اور وہ باہر نکل آئے۔

نوجوانوں کے نام

اصلاح عقیدہ و عمل کا پیغام

خدا کے ذکر کو ہستی کی کیمیا سمجھو عزیزو! دنیا کو کاشانۂ فنا سمجھو
وہ بادشاہ حقیقی ، وہ خالق عالم اسی کی ذات کو خلاقِ دوسرا سمجھو
اسی کا فضل ہے مشکلکشا حقیقت میں اسی کو اپنے توکل کا منتہا سمجھو
ارادہ اس کا ہے فرماں روائے کون و مکاں اسی کے لطف کو دنیا میں آسرا سمجھو
وہ جب رحیم و علیم و حکیم و قادر ہے حِکَم پہ مبنی ہے بس اس کا فیصلہ سمجھو
جو کارساز خدا ہے تو پھر گلہ کیسا! متاع صبر کو خود گنج بے بہا سمجھو
اسے زبان عمل سے کہو خدا اپنا اسے یقین کی گہرائی سے خدا سمجھو
خدا کے نام پہ مرنے کا وقت جب آئے تو آپ تیغ کو سر چشمۂ بقاء سمجھو
شب حیات ہے تاریک تو نہ گھبراؤ نبی کے عشق کو اس راہ کا دِیا سمجھو
نبی کا عشق ہے گویا حقیقت ابدی فنا و مرگ کی زد سے اسے ورا سمجھو
نبی کا عشق ہے پہچان دین و تقویٰ کی سو بے ادب کو نہ مومن نہ پارسا سمجھو
جو مجھ سے پوچھو تو ایمان کا ہے یہ مفہوم کہ اپنے آپ کو سرکار کا گدا سمجھو
جہاں بنایا ہے اللہ نے انہیں کے لئے انہیں زمانے کا مقصود و مدعا سمجھو
نہیں ہے خلق خدا میں کوئی مثیل ان کا ہر ایک اوج کو مرسل کے زیر پا سمجھو
خدا خدا ہے ، نبی ہے نبی مگر پھر بھی اِسے نہ اُس سے ، نہ اِس سے اُسے جدا سمجھو
تمہیں ڈرائیں گے فرعون دور حاضر کے ڈرو نہ ان سے ، نہ ان کو کبھی خدا سمجھو

رسول پاک کی اطاعت خدا کی طاعت ہے — اسی پہ مبنی تو ہے فوز دوسرا سمجھو
درِ رسول سے پھرنا بڑی ہلاکت ہے — نماز یہ ہو قضا تو اسے قضا سمجھو
ریا و کینہ و حسد و منافقت کا علاج — نبی کا عشق ہے، ہاں ہاں اسے شفا سمجھو
یہ جیسے گزرا ہے دور قیام کالج میں — ہے مختصر یونہی عمر گریز پا سمجھو
جو نیکی کر سکو کر لو کہ وقت تھوڑا ہے — نکلنے والا جو دَم ہے نکل گیا سمجھو
حساب روز قیامت سے ڈر اگر آئے — تو جیتے جی ہی ضروری محاسبہ سمجھو
کسی کے عیب نہ ڈھونڈو کہ اس سے کیا حاصل — تم اپنے عیب پہ رکھو نظر، خطاء سمجھو
جناب سعدیؔ سے فرمایا، ان کے مرشد نے — بہت ضروری ہیں دو باتیں تم ذرا سمجھو
کسی سے خود کو نہ اچھا جہان میں جانو — کسی کو خود سے نہ اس دہر میں برا سمجھو
کسی بھی چیز پہ نازاں نہ ہو کہ فانی ہے — ہر امتیاز کو اللہ کی عطاء سمجھو!
یہ شان و شوکت دنیا، یہ دولت و ثروت — نہ سمجھو کعبۂ مقصود، گردِ پا سمجھو
کسی فقیر کے دامن سے ہو کے وابستہ — بصدق دل اسے منزل کا رہنما سمجھو
ہے جو مرشد کامل تو جان و دل وارو — رضا میں اس کی، خداوند کی رضا سمجھو

سگِ سگانِ مدینہ، یہ آسیؔ ءِ بے کس
اسے بھی شیخ کا ذرۂ خاکِ پا سمجھو

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسیؔ

ولی کامل کی یاد میں

محترمہ نور سحر آسویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ دنیا کیا ہے؟ اس دنیا کی تخلیق کا مقصد کیا تھا؟

حضرت آدم علیہ السلام کو خلدِ بریں سے ارض فانی پر اتارنے میں کیا مصلحت تھی۔ اولادِ آدم کو اشرف المخلوقات بنا کر اس کے لیے عظیم کائنات کو پیدا فرمانے میں کیا حکمتیں ہیں؟

یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات ہم میں سے اکثر لوگ جانتے تو ہیں لیکن ان کی حقیقت کو سمجھنے اس کو تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔ ذرا غور کریں کہ ہم میں سے کون نہیں جانتا کہ دنیا فانی ہے ایک دن ختم ہو جائے گی اس کی خوبصورتی اس کی رنگینیاں اس کی شہرت مال و دولت سب کے سب عارضی اور ختم ہو جانے والے ہیں لیکن پھر بھی جب ہم کسی مالدار کو دیکھتے ہیں تو تمنا کرنے لگتے ہیں کہ کاش ہمارے پاس بھی اتنی دولت ہوتی یا کسی کی دنیاوی شہرت و کامیابی کو دیکھ کر حسد کرنے لگتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ یہ مال و دولت عزت و شہرت نہ کسی کے ساتھ کبھی قبر میں گئی ہے اور نہ ہی کبھی جائے گی۔ کیونکہ انسان دنیا میں جو بھی کرلے اچھے راستے پر چلے یا بُرے راستے پر وہ اس دنیا میں مسافر ہے اور اس کی منزل قبر ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ ہم جس منزل کے مسافر ہیں اس تک صحیح وسلامت پہنچنے کے لیے کس چیز کی ضرورت ہے؟

تو آیئے شریعت مطہرہ کی طرف چلتے ہیں جو ہمیں اپنی طرف بلا رہی ہے اور ہمیں خبر دار کر رہی ہے کہ سن لو! اگر تمہیں قبر وحشر کی منازل کو طے کر کے اپنے رب کی رضا و خوشنودی حاصل کر کے اس کے انعامات و اکرامات کی نوازش چاہیے تو میرے دامن کو مضبوطی سے تھام لو۔ ارے ہاں ہاں! انسان اور اس ساری کائنات کی تخلیق اسی آزمائش کی وجہ سے ہوئی کہ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز ہو جائے اور سب کے لیے یہ واضح ہو جائے کہ کون دنیا ومافیھا کا پجاری بنتا ہے اور کون اللہ عزوجل اور اللہ والوں کا حواری بنتا ہے۔ جی ہاں! رب کائنات نے اس کائنات کو بنا کر ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اپنے مقرب محبوب بندوں کے ذریعے بنی نوع انسان کی ہدایت واصلاح کا بھی انتظام فرما دیا۔ مثال کے طور پر اگر ہم کسی تعلیمی ادارے کے نظام پر غور کریں تو نظام کائنات کو سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ سارے ادارے کا نظام پرنسپل کے ہاتھ میں ہوتا ہے پرنسپل ہر کلاس کے لیے ایک تجربہ کار اور محنتی استاد کا انتظام کرتا ہے جو طلباء کی اخلاقی ونصابی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اب جو طالب علم استاد کا فرمانبردار، استاد کی ہر بات کو سننے اور ماننے والا اور محنتی ہوگا وہ ہونہار اور اساتذہ و والدین بلکہ ہر دلعزیز طالب علم کہلائے گا۔ اس کے برعکس جو طالب علم استاد کا نافرمان، استاد کی نصیحت کو نظر انداز کرنے والا اور محنت ولگن سے عاری ہوگا وہ اساتذہ و والدین کی پریشانی کا باعث اور ان کے لیے دردِ سر بن جاتا ہے اور خود بھی ناکامیوں سے دوچار ہوتا ہے۔

بالکل! اسی طرح رب کریم نے اپنے برگزیدہ و گرویدہ بندوں کو انسانیت کے لیے رہبر ورہنما بنا دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں ان مقدس ہستیوں کی تعلیمات پر عمل کر کے اور ان کی پیروی کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہونا ہے یا نعوذ باللہ ان کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے نشانِ عبرت بننا ہے اپنے انہی مقرب بندوں کے بارے میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یومنون باللہ والیوم الاخر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یسارعون فی الخیرات و اولئک من الصلحین○ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ واللہ علیم بالمتقین ۔ (پ:۴ آل عمران ۱۱۵/۱۱۴)

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں یہ نیک بخت لوگوں میں سے ہیں۔ یہ جو کچھ بھلائیاں کرتے ہیں ان کی ناقدری نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

سبحان اللہ! رب تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی نشانیاں بیان فرما رہا ہے کہ وہ مجھ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اچھے کام خود بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کا حکم دیتے ہیں۔ اور برائیوں سے مجتنب ہیں اور آخر میں تنبیہ فرما دی کہ خبردار! ان کو کم مت سمجھا جائے ان کی ناقدری نہ کی جائے کیوں کہ وہ مجھے راضی رکھتے ہیں اور میں ان کو محبوب رکھتا ہوں۔

سنن ابوداؤد شریف میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ برگزیدہ بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ شہداء رشک کریں گے انبیاء وشہداء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام دیکھ کر۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں ان کے بارے میں بتائیے کہ وہ کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کی آپس میں محبت صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتی ہے نہ کہ رشتہ داری کی وجہ سے اور نہ مالی لین دین کی وجہ سے۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور (سے مزین) ہوں گے اور وہ نور (کے ٹیلوں) پر ہوں گے۔ انہیں کوئی خوف نہ ہوگا جب لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کوئی غم نہیں ہوگا جب تمام لوگ غمگین ہوں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ (پ:۱۱یونس)

ترجمہ. خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے۔

سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ جو لوگ آپس میں اللہ عزوجل اور اس کے دین متین کی وجہ سے محبت کرتے ہیں وہ قیامت کے خطرات وخوف اس کی ہولنا کیوں سے محفوظ رہیں گے۔ اور ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تم کچھ اور چاہتے ہو تو میں تمہیں وہ بھی عطا کروں گا وہ عرض کریں گے "اے ہمارے پروردگار! کیا تو نے ہمارے چہرے منور نہیں فرمائے اور کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟

فرمایا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ پردہ اٹھائے گا پس انہیں اپنے رب کے دیدار سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی ہوگی پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ. ترجمہ: ایسے لوگوں کے لیے جو نیک کام کرتے ہیں۔ نیک جزا ہے بلکہ اس پر اضافہ بھی ہے (پ۱۱یونس۲۶)

مست ہوتا ہے جہاں اور کیف دیتی ہے فضاء ۔۔۔ چھیڑ دیتا ہے جب کوئی داستان اولیاء
جھوم اٹھتی ہے نشاط وکیف سے بزم وجود ۔۔۔ کس قدر پر لطف ہے صائم بیان اولیاء

رب تعالیٰ کی انہی انعام یافتہ وپاکیزہ ہستیوں میں سے مجھے جس مبارک ہستی کا ذکر خیر کرنے کا موقع ملا ہے وہ ہیں جن کو شیخ کامل قیوم زمانی قطب ربانی پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے "محمد حسین" کے نام مبارک سے نوازا۔ اس نام کی برکت سے آج دنیا ان کو "شمس العرفاء" "بدرالاولیاء" اور مفکر اسلام جیسے مبارک القاب سے جانتی ہے۔ آپ علیہ الرحمہ تحصیل پٹھانکوٹ ضلع گورداسپور (انڈیا) کے ایک خوبصورت مقام بکنور شریف میں جلوہ افروز ہوئے آپ کے والد مکرم صوفی باصفا جناب محمد مقبول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عارف کامل اور صاحب کرامت بزرگ تھے آپ علیہ الرحمہ بھی حضور شہنشاہ لاثانی علیہ الرحمہ کے مرید صادق تھے۔

پیر خانے سے آپ کو جو سب سے بڑی دولت ملی تھی وہ محبت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متاع لازوال تھی۔ صاحب لولاک صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہایت والہانہ انداز میں کرتے اور اکثر یہ شعر بھی پڑھا کرتے۔

منعم مکن از عشق وے اے مفتی زماں　　　معذور دار مت کہ تو او را ندیدہ　　　(حافظ شیرازی علیہ الرحمہ)

''یعنی اے وقت کے مفتی اعظم مجھے اس محبوب کے عشق سے مت روک، میرے نزدیک تو (اس طرز گفتگو میں) معذور ہے کیونکہ تو نے اسے دیکھا ہی نہیں''　　　(از کتاب سیرتِ حضور مفکر اسلام)

قبلہ عالم حضور مفکر اسلام عظیم محقق ودانشور، بلند پایہ مصنف، جید عالم دین، عظیم ترین مفکر و مصلح، نعت گو شاعر، فنافی الشیخ اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور مفکر اسلام قدس سرہ العزیز اپنے دور کی وہ قد آور علمی، دینی، ادبی اور روحانی شخصیت ہیں جنہوں نے اسلام کی صداقت، مسلک اہل سنت وجماعت کی حقانیت وحفاظت اور دلائل وبراہین سے شاندار اور بھر پور ترجمانی فرمائی۔ آپ علیہ الرحمہ کی علم دوستی معارف پروری، خلوص ومحبت، زہد وتقویٰ اور حکیمانہ طرزِ گفتگو نے ایک عالم کو متاثر کیا۔　(از کتاب سیرت حضور مفکر اسلام مصنفہ سعید عامر صاحب)

الغرض! حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نگاہِ شیخ کی بدولت ان تمام اوصاف سے متصف تھے۔ جو ایک ولی کامل میں ہونا ضروری ہیں۔ آپ علیہ الرحمہ دین اسلام اور امت مسلمہ کے جوانوں کی اصلاح ورہنمائی کے لیے ہمیشہ مضطرب رہتے۔ آپ کی نورانی خانقاہ سے سینکڑوں ہزاروں نوجوان فیضیاب ہوکر دین متین کی سربلندی کے لیے ہر جگہ اپنے جوہر دکھارہے ہیں۔

آپ علیہ الرحمہ اپنے پیر خانے سے والہانہ عقیدت اور اپنے شیخ کامل سے بے حد عشق ومحبت کی بدولت ایسے گوہر بے مثال ثابت ہوئے کہ جن کے دل میں تحفظ ختم نبوت کے لیے آگ بھڑک اٹھی اگر کوئی دشمن دین رسالت مآب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان وعظمت کی طرف میلی آنکھ سے دیکھتا تو آپ کی تحریر شمشیر بے نیام بن کر اس کی آنکھ کو پھوڑ ڈالتی۔ جس کا انداز آپ کے اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے۔

دشمنانِ مصطفیٰ سے صلح کیوں　　　ان سے ہر دم جنگ کا اعلان ہے

اس کے علاوہ سیدی ومرشدی شریعت مطہرہ کے مکمل آئینہ دار تھے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ علیہ الرحمہ کے دل ودماغ میں رچی بسی تھیں۔ عبادات میں بھی آپ علیہ الرحمہ اخلاص وآداب کے بہت اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ آپ علیہ الرحمہ نماز پنجگانہ نہایت حسن اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ اذان ووضو کے دوران دنیا ومافیہا سے بالکل بیگانہ ہوکر اپنے رب جلیل کی طرف متوجہ ہوجاتے اور یاد خدا میں غرق ہوکر نماز ادا فرماتے ایک موقع پر بڑے بڑے اولیائے کرام کی نمازوں کا ذکر کرنے کے بعد حضور مفکرِ اسلام ارشاد فرماتے ہیں ''ہم حرص وہوس کے بندے ہزار ہا فکری قلبی آلائشوں میں جکڑے ہوئے گنہگار عظیم نماز سے کیونکہ بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔ ہمیں تو اس شاندار نماز کا کروڑواں حصہ بھی مل جائے تو کافی ہے''۔

ہاں حتیٰ المقدور کم از کم ہماری نماز کا ظاہر تو درست ہونا چاہیئے۔ یعنی قیام، رکوع، سجدہ وقومہ وغیرہ کے باطنی اور صوفیانہ آداب سے ہم آشنا نہ سہی، کم از کم ظاہری آداب تو مکمل ہونے چاہئیں۔ امید کی جاسکتی ہے کہ نماز ظاہر درست ہوجائے تو کبھی نہ کبھی باطن کی راہ بھی کھل جائے گی۔

(تقدیم: حضور مفکر اسلام کی نماز)

اللہ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہماری تحصیل شکر گڑھ کو ایک ایسے ولی کامل سے نوازا جو پیکر سنتِ مصطفیٰ اور منبع رشد وہدایت ہیں، جن کی تعلیمات اور فیضان وبرکات نے نہ صرف ہمارے علاقے کو مستفید کیا بلکہ ایک عالم کو منور فرمایا۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض وبرکات اور ان کے اداروں کو رہتی دنیا تک جاری وساری رکھے جس شاندار شجر کا بیج آپ علیہ الرحمہ بو کے گئے ہیں اس کی شاخیں تمام عالم اسلام کو اپنے سائبان رحمت میں لے لے۔ آپ کے مزارِ پُر انوار پر ہمیشہ انوار وتجلیات کی بارشیں ہوتی رہیں۔ اور رب کریم ہمیں اپنے پیر ومرشد سے والہانہ محبت وعقیدت عطا فرمائے تاکہ ہم گنہگار دنیا وآخرت میں آپ علیہ الرحمہ کے وسیلے سے نجات حاصل کرسکیں۔　(آمین)

ھمارا امیر المجاھدین

پیر سید صابر حسین شاہ صاحب مدیر اعلیٰ مجلہ الحقیقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابھی جمیل العلماء علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی ضیائی رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا زخم تازہ ہی تھا کہ تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امیر المجاھدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اچانک خبر نے عالم اسلام کو تڑپا کر رکھ دیا ہے۔ حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ طویل عرصے سے علیل تھے انہیں تیز بخار اور سانس کی تکلیف تھی لیکن ناموس رسالت وختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نے اپنی بیماری اور معذوری کو کبھی آڑے نہ آنے دیا۔ چنانچہ ایک صبح ان کی طبیعت جب بہت ہی زیادہ خراب ہوئی اور انہیں جناح اسپتال لاہور میں پہنچایا گیا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اور یوں 3/ربیع الآخر 1442ھ/19/نومبر 2020ء بروز جمعرات عین نماز مغرب کے وقت ''ہمارا امیر المجاھدین'' ہمیں داغ مفارقت دے گئے اور ہمیں روتا ہوا چھوڑ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی جانی پہچانی شخصیت تھی۔ آپ کی ولادت مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل پنڈی گھیب کے ایک گاؤں نکہ کلاں میں 22/جون 1966ء کو ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حاجی لعل خان مرحوم ایک زمیندار گھرانے کے ایک فرد فرید تھے جو اپنی شرافت کے وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ نے گاؤں کے سکول میں چار جماعتیں پڑھیں اور پانچویں جماعت کے لئے کتابیں ابھی خریدی ہی تھیں کہ قدرت کو کچھ اور منظور ہوا۔ والدین کی خواہش تھی کہ آپ دینی تعلیم حاصل کریں چنانچہ آپ نے اٹھ برس کی عمر میں جون 1974ء میں دینی تعلیم کے حصول کے لیے اٹک سے جہلم کے کے لئے رخت سفر باندھا اس وقت 1974ء کی تحریک ختم نبوت عروج پر تھی۔ جہلم میں آپ کے گاؤں کے استاد حافظ غلام محمد نے آپ کو مدرسہ غوثیہ اشاعت العلوم میں داخل فرمالیا جہاں آپ نے قاری غلام یسین سے قرآن کریم کے بارہ پارے حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ باقی اٹھارہ پارے جہلم میں مشین محلہ نمبر 1 کے دارالعلوم میں قاضی امانت علی سے حفظ کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ یوں آپ نے بارہ برس کی عمر میں صرف چار سال کی عمر میں قرآن کریم مکمل حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ دینہ گئے اور وہاں دو برس تک تجوید و قرأت پڑھی۔

1980ء میں آپ جامع مسجد وزیر خان لاہور میں قاری منظور حسین کے پاس انہوں نے آپ کو درس نظامی کی تکمیل کے لئے اہل سنت کی مشہور درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں داخل کرادیا وہاں آپ نے مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ترمذی شریف، مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم شریف، ابوداؤد شریف، علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے کنز الدقائق، قصیدہ بردہ شریف، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔ 1988ء میں دورہ حدیث مکمل کیا اور سند فراغت حاصل کی اور دستار فضیلت سے ہمکنار ہوئے حسن اتفاق کہ اسی سال حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا اور حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور مدینہ منورہ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ اسی طرح 2001ء میں بھی آپ کو حرمین شریفین میں دوبارہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اس بار آپ نے عمرہ مبارک کی سعادت حاصل کی اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری سے مشرف ہوئے الحمدللہ۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں کوٹلی آزاد کشمیر کے معروف شیخ طریقت حضرت حاجی پیر عبدالواحد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ آپ کو تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان بریلوی الازہری رحمۃ اللہ علیہ اور نباض قوم علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بھی آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی۔ ہمارے دینی مدارس میں اگرچہ ہر سال ہی بے شمار حفاظ اور علماء سند فراغت لے کر نکلتے ہیں لیکن 1988ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے علامہ حافظ خادم حسین رضوی کی صورت میں ایک ایسا طالب علم سند فراغت لے کر نکلا جس نے نہ صرف حافظ قرآن، عالم باعمل، شیخ طریقت، خطیب، مصنف بلکہ ناموسِ رسالت و ختم نبوت کا محافظ بن کر لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی فرمائی ہے اور ساری دنیا میں ناموس رسالت و ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے شہرت عام پائی ہے۔ 1990ء میں آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ہی میں "علم صرف" کا درس دینا شروع کیا اور جلد ہی "امام نحو و صرف" کے نام سے شہرت حاصل کر لی۔ بعد میں شیخ الحدیث کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ 1993ء میں محکمہ اوقاف لاہور کی طرف سے دربار حضرت سائیں کانواں رحمۃ اللہ علیہ والے گجرات میں امامت و خطابت کے لئے آپ کا تقرر ہوا۔ پھر حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں آپ کا تبادلہ ہوا وہاں حکومتی پالیسیوں پر تنقید کی وجہ سے چار ماہ کے لیے آپ کو معطل کر دیا گیا۔ بحال ہوئے تو حضرت پیر مکی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض آپ کو سونپے گئے لیکن حکومتی پالیسیاں حسب معمول یہاں بھی ان کا ہدف تھیں بالخصوص ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کا مؤقف حکومت کے برعکس تھا: "وہ زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکے قند"

اوقاف کی ملازمت کا یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا اور آپ مستعفی ہو گئے۔ کچھ عرصہ تک دارالعلوم نعمانیہ لاہور میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعد ازاں جامع مسجد رحمت العالمین لاہور میں آخری دم تک امامت و خطابت اور درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے اور پھر یہی مسجد تحریک لبیک یارسول اللہ کی سرگرمیوں کا مرکز ثابت ہوئی اور اسی حوالے سے اس مسجد کو شہرت عام حاصل ہوئی۔ آپ سے اکتساب فیض حاصل کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد ہے۔ آپ نے اپنے تلامذہ میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی روح پھونک دی ہے کہ جب بھی کہیں ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے کوئی فتنہ اٹھا تو آپ کے تلامذہ اس کے آگے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ 2009ء میں تلہ گنگ کے قریب ایک خوفناک حادثے میں آپ شدید زخمی ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کا زیادہ وقت ویل چیئر پر گزرا لیکن ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ صحت مندوں اور طاقت وروں سے زیادہ متحرک نظر آئے اور آپ کے سعادت مند تلامذہ نے آپ کو وہیل چیئر ہی پر جہاں آپ نے چاہا وہاں پہنچایا آپ نے اپنے خطبات کے ذریعے نہ صرف مملکت خداداد پاکستان کے بلکہ دنیا بھر کے عشاق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلوں کو گرمایا یہی وجہ ہے کہ آپ کا بلند کیا ہوا نعرہ "لبیک یارسول اللہ" دنیا کے ہر کونے میں سننے میں آیا۔ مبدائے فیاض نے آپ کو عربی، فارسی، پنجابی اور اردو میں کمال کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا۔ آپ کا حافظہ بھی بلا کا تھا۔ میدان خطابت میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کی ہر تقریر ہی قرآنی آیات، احادیث نبویہ، عربی، فارسی، پنجابی اور اردو اشعار سے مزین ہوتی تھی۔ فکر رضا کے امین اور اقبال کے خوشہ چین تھے۔ اسی لئے کلام رضا اور کلام اقبال کے حافظ نظر آتے تھے۔ اگرچہ آپ تمام اکابرین سے حسن عقیدت و محبت رکھتے تھے لیکن اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ عبدالمصطفیٰ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی محبت و عقیدت دیدنی تھی جب بھی آپ کے سامنے اعلیٰ حضرت کا نام لیا جاتا تو فرط جذبات سے آپ جھوم اٹھتے تھے۔ اسی حسن عقیدت و محبت ہی کی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ "رضوی" لکھنے اور کہلوانے کا التزام فرماتے تھے۔

آپ ایک سچے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے، اہل بیت اطہار، صحابہ کبار اور اولیاء کرام سے آپ کی محبت و عقیدت اظہر من الشمس تھی۔

ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے مخالفین کے لئے تیغ مسلول تھے۔ اسی لئے دنیا بھر میں مقبول تھے۔ آپ تحریک فدایان ختم نبوت کے امیر رہے۔ اور اس کے تحت ایک عرصے تک سہ ماہی "العاقب" لاہور شائع فرماتے رہے۔ اس رسالہ کا ہر شمارہ ہی اپنے موضوع پر لاجواب ہے لیکن اس کے "شہید

آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نمبر" نے شہرت عام حاصل کی ہے۔ آپ جہاد بالقلم کے محاذ پر بھی سرگرم رہے ہیں۔آپ نے دورہ حدیث شریف کے امتحان میں ایک مقالہ "اعلیٰ حضرت قدس سرہ بحیثیت مرجع العلماء" لکھا جسے آپ کے اساتذہ کرام نے بے حد پسند فرمایا اور اس کی جامعیت اور افادیت کی وجہ سے اسے فتاویٰ رضویہ کے جدید ایڈیشن کی پہلی جلد ہی کے آغاز میں شامل کیا گیا ہے۔اسی مقالے کو آپ نے از سر نو مزید اضافات کے ساتھ ترتیب دیا تو اس کی ضخامت پانچ سو صفحات سے بھی بڑھ گئی ہے۔ابھی تک یہ مقالہ مکمل صورت میں شائع ہو کر سامنے نہیں آیا۔ آپ نے 680 صفحات پر مشتمل صرف کی گردانوں پر مشتمل ایک مفصل اور جامع کتاب "تیسیر ابواب الصرف" لکھی جو طلباء کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی طرح علم صرف پر آپ کی دوسری ضخیم کتاب "تعلیلات خادمیہ" ہے جو 677 صفحات پر مشتمل ہے اور اپنے موضوع پر انتہائی مفید اور جامع ہے۔ ان دونوں کتابوں کا انتساب آپ نے اپنے پیرو مرشد شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور دونوں کا الاھداء اپنے عظیم استاد مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کیا ہے۔

ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر آپ نے مضامین و مقالات بھی لکھے ہیں جو سہ ماہی "العاقب" لاہور اور دیگر رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت اپنی والدہ ماجدہ کی گود ہی سے ملی ہے۔آپ کی والدہ ماجدہ اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں "صدقے یا رسول اللہ" پکارا کرتی تھیں جب ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرہ دینے کی وجہ سے عاشق رسول ملک ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو مملکت خداداد پاکستان میں سزائے موت دی گئی تو آپ نے تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پاکستان کی بنیاد رکھی۔غازی ممتاز حسین قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقع پر لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا آپ اور دیگر قائدین نے لیاقت باغ سے اس اجتماع کو احتجاجی تحریک کی صورت دے دی گئی اور یہاں سے پیدل ڈی چوک اسلام آباد تک احتجاج کیا گیا اور پھر دھرنا دیا گیا اس احتجاجی مظاہرے میں فقیر کو بھی شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت ملک بھر میں جلسے کئے۔لوگ آتے گئے اور کاروان بنتا گیا 2016ء میں توہین مذہب قانون کے حوالے سے آپ نے ایک بھرپور ریلی نکالی۔ریلی پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ اور آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ 2017ء میں این اے 120 لاہور کے ضمنی انتخابات میں پہلی بار سیاسی منظر نامے پر ظاہر ہوئے اور سات ہزار ووٹ حاصل کر کے لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔این اے 4 پشاور کے ضمنی انتخابات میں تقریباً دس ہزار کے قریب ووٹ حاصل کئے۔لودھراں کے انتخابات میں بھی گیارہ ہزار کے قریب ووٹ حاصل کئے۔ 2017ء میں نواز شریف حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے قانون ختم نبوت کی ایک شق میں جب الفاظ بدلے گئے تو امیر المجاہدین نے اس کے خلاف عملی قدم اٹھایا نومبر 2017ء میں فیض آباد راولپنڈی پر تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ایک دھرنا دیا جو کئی دن جاری رہا جس کے مثبت نتائج سامنے آئے اور حکومتی وزیر کو مستعفی ہونا پڑا۔اسی طرح 2018ء میں بھی دھرنا دیا گیا۔جس پر حکومت بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی اور آپ کو تحریک لبیک کے سینکڑوں کارکنوں سمیت پھر اسیر بنا لیا گیا۔

فرانسیسی صدر کیمرون نے جب ہمارے پیارے نبی آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ خاکوں کو سرکاری عمارتوں پر آویزاں کرنے کی ناپاک جسارت کی تو خادم ملت اسلامیہ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ پھر تڑپ اٹھے اور آپ نے فرانسیسی صدر کے خلاف 15/نومبر 2020ء کو فیض آباد راولپنڈی کے مقام پر بھرپور احتجاج کا اعلان کیا۔عمران حکومت ایک بار پھر بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئی اور فرانس کے خلاف تحریک لبیک کے پر امن احتجاج کو سبوتاژ کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈوں سے باز نہ آئی۔رکاوٹیں کھڑی کیں۔سڑکیں بلاک کیں موبائل سروس جام کر دی۔ میڈیا پر خبر نشر نہ ہونے دی لیکن اس کے باوجود امیر المجاہدین اپنی علالت اور ضعیف العمری کے باوجود یہاں پہنچے۔ ملک بھر سے محافظین ناموسِ رسالت و ختم نبوت بھی رکاوٹیں توڑتے ہوئے پہنچ گئے۔ پر امن احتجاج پر آنسو گیس کی شیلنگ کی انتہا کر دی گئی۔ آپ نے جب حکومت کو للکارا تو در و بام گونج اٹھے۔اور عشاق جھوم اٹھے۔آپ نے 3/نومبر 2020ء کو ہی حکومت کو کچھ اس انداز میں خبردار فرما دیا تھا:"میں بالکل قریب آ کر تمہیں کہہ رہا

ہوں پھر نہ کہنا کہ تمہیں مہلت نہیں دی۔ فرانس کا سفیر نکالو، مصنوعات کا بائیکاٹ کرو، یہ معمولی سا مطالبہ ہے۔ بڑا مطالبہ یہ ہے کہ فرانس کے ساتھ اعلان جہاد کرو، نہیں تو اگلا لائحہ عمل ہم نے دینا ہے۔" فیض آباد کی ساری فضا "من سب نبیا فاقتلوہ" گونج اٹھی۔ تحریک لبیک کے کارکنوں کا جوش و جذبہ دیدنی تھا بالآخر حکومتی ٹیم نے مذاکرات کئے اور مطالبات تسلیم کرنے کی یقین کرائی۔ تب احتجاج اختتام پذیر ہوا۔

حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے ہم عمر تھے بلکہ پانچ ماہ مجھ سے چھوٹے تھے لیکن سیادت کی وجہ سے فقیر کو ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ مولانا فدا حسین رضوی نے جب ایک کتاب "حق چار یار" لکھی۔ تو اس پر آپ کی تقریظ کے لئے مصنف کو ایک مختصر سا مکتوب دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے ذرا دیر نہ فرمائی بلکہ فقیر کا بھرم رکھتے ہوئے فوراً برجستہ اور قلم برداشتہ تقریظ لکھ کر عنایت فرما دی۔ اسی طرح غالباً 2013ء میں حسن ابدال شہر میں ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ایک کانفرنس میں آپ کو مدعو کیا گیا۔ تو آپ بھی تشریف لائے۔ فقیر گیٹ پر کھڑا رہا جوں ہی آپ آئے تو فقیر نے ملاقات کی، سلام دعا ہوئی۔ فقیر نے ماہ نامہ مجلّہ الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر جلد اول آپ کی خدمت میں پیش فرمائی، آپ نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے ختم نبوت کے حوالے سے ایک عظیم کارنامہ قرار دیا۔ آپ کو ویل چیئر پر آگے سٹیج پر پہنچا دیا گیا۔ سٹیج پر پہنچتے ہی آپ نے فرمایا کہ "صابر حسین شاہ صاحب کہاں ہیں" کسی نے اشارہ کر کے نشان دہی کی کہ وہ نیچے سامعین کے مجمع میں بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو غلط ہے کہ شاہ صاحب نیچے بیٹھ جائیں اور ہم سٹیج پر براجمان ہوں۔ سٹیج سیکرٹری مولانا قاری عبدالرحمن صاحب سے فرمایا کہ "شاہ صاحب کو فوراً سٹیج پر بلاؤ"۔ انہوں نے فقیر کا نام پکارا کہ "صابر حسین شاہ بخاری صاحب سٹیج پر آجائیں استاد جی بلا رہے ہیں" چنانچہ فقیر سٹیج پر پہنچا تو باقاعدہ پروگرام شروع ہوا۔ اللہ اللہ، سادات سے احترام و محبت کی اس قسم کی مثالیں کم کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

اسی طرح 16 / اکتوبر 2014ء میں محمد افتخار احمد قریشی اور حافظ سعد فاروق قریشی کی کاوشوں سے فقیر کی صدارت میں مدرسہ غوثیہ رضویہ محلہ غربی برھان شریف میں "تحفظ ناموسِ رسالت وختم نبوت کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ نے حاضری دی اور سامعین کے قلوب کو ناموسِ رسالت و ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرمایا۔ حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں "امیر المجاھدین" تھے۔ فرانسیسی صدر کے خلاف آپ نے جس طرح غیض و غضب کا اظہار فرمایا ہے اس طرح کی مثال اور کہیں نظر نہیں آتی۔ اس طرح کا غیض و غضب انٹرنیشنل سطح کے بعض "پیران عظام" میں نظر نہیں آیا۔

آہ! ہم سے آج عزم و استقامت کا ایک کوہ گراں رخصت ہو گیا۔ آہ! گستاخوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارنے والا اب خاموش ہو گیا۔ آہ! جبل استقامت نہ رہا، آہ! ناموسِ رسالت وختم نبوت کے قافلہ عشق و محبت کا حدی خواں ہم سے بچھڑ گیا۔ ایسا مرد مجاہد اور عاشق صادق صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے۔ ڈھونڈو گے گر ملکوں ملکوں:: ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم ۔۔۔ آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر جنگل میں آگ کی پوری دنیا میں پھیل گئی۔ سارا عالم اسلام افسردہ ہو گیا۔ ہر طرف آہ و فغاں اور سوگواری کی کیفیت نظر آتی ہے۔ ہمارا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال ہے۔: ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے::: حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے آپ کے پسماندگان میں نہ صرف آپ کی بیوہ، چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں بلکہ لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نعرہ لگانے والا دنیا کا ہر مسلمان ہی شامل ہے۔ چھوٹے بیٹے محمد انس حسین رضوی ہیں اور بڑے بیٹے محمد سعد حسین رضوی ہیں آپ اپنے والد گرامی کی جانشین اور تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امیر ہیں امید واثق ہے کہ آپ اپنے عظیم والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحریک کا پرچم بلند رکھیں گے اور ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل امیر المجاھدین علامہ حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اولاد امجاد، دیگر پسماندگان بلکہ ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مطالعہ

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیسیوں احباب ذاتی طور پر مل کر اور درجنوں لوگ خطوط لکھ کر مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں کہ اچھی تحریر کا فن اور خوبصورت تقریر کا ہنر کیسے ہاتھ آتا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تحریر اور تقریر کے شعبے سے دلچسپی ہوتی ہے۔ یہ دلچسپی بھی آج کے دور میں غنیمت ہے ورنہ آج کے نوجوان کو کرکٹ اور پاپ میوزک سے فرصت کیوں؟

ان کا متعین سوال یہ ہوتا ہے کہ تحریر و تقریر میں حسن پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ میرا اس سلسلے میں ہمیشہ یہی جواب رہا ہے کہ ''مطالعہ''۔ مطالعہ کے بغیر لکھنے میں نکھار آتا ہے نہ بولنے میں سنوار، اگلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کتنا، کس طرح کا اور کتنی دیر مطالعہ کرنا چاہیے؟ میرے نزدیک ان تین سوالوں کے تین ہی جوابات ہیں، ''کتنا مطالعہ'' کے جواب میں عرض کروں گا کہ ''ذوق مطالعہ'' اصل بات ہے اگر یہ پیدا ہو جائے تو نہ دماغ تھکتا ہے اور نہ دل بھرتا ہے۔ اچھی کتاب سے لے کر کاغذ کی اس پڑیا تک جس میں آدمی ہلدی مرچ لے کر آتا ہے سبھی ایک نظر دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر ذوق نہ ہو تو کتاب سامنے بھی دھری ہو تو یا اباسی آنے لگتی ہے یا تھکن طاری ہو جاتی ہے یا سر بوجھل محسوس ہونے لگتا ہے۔ جس طرح دیوار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی مشورہ کر لینا چاہیے اسی طرح کاغذ کا ہر ٹکڑا ایک نظر کا ضرور مستحق ہوتا ہے۔ ذوق مطالعہ کی یہ قطعاً دلیل نہیں کہ آراستہ پیراستہ کمرہ ہو، چمکدار جلد کی کتابیں ہوں، چار رنگی طباعت ہو اور آرام دہ کرسی اور صاف شفاف میز ہو۔ جنہیں قدرت نے ذوق مطالعہ سے نوازا ہے وہ گلی میں لگے بلب کی روشنی میں بھی اس کی تسکین کر لیتے ہیں۔ جنہیں مطالعہ سے وحشت ہو وہ ڈرائنگ روم کے قیمتی فانوس سے بھی کوئی استفادہ نہیں کر پاتے۔ اگلا سوال ہے کہ کس طرح کا مطالعہ کرنا چاہئے؟ اس کا جواب ہے ''وسعت مطالعہ'' موضوع اور کتاب کے انتخاب کا مرحلہ بہت دیر بعد آتا ہے، پہلے ہر نوع کی کتاب پڑھنی چاہیے اخباری مضامین سے لے کر ٹھوس تحقیقی مواد تک سبھی کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ایک مدت بعد یہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ کتاب دے کر یا سونگھ کر اس کا پورا متن سمجھ میں آ جائے۔ ابتدائی مراحل میں رطب و یابس کی کوئی قید نہیں رکھنی چاہیے، مطالعہ میں وسعت آئے گی تو انتخاب کی نوبت آ سکے گی۔ درجنوں کتابوں میں سے ایک آدھ کا مواد ذہن میں اترے گا، ڈائننگ ٹیبل پر بہت سے کھانے سجے ہوں گے تو ایک دو پر دل آئے گا۔ اگر کھانا ہی ایک ہو تو انتخاب کیسا؟

تیسرا استفسار ہوتا ہے کہ کتنی دیر اور کب تک مطالعہ جاری رکھنا چاہیے؟ میں کہوں گا کہ عمر بھر۔ وہ شخص کبھی عالم نہیں ہو سکتا جو زندگی کے کسی مرحلے میں مطالعہ سے خود کو بے نیاز سمجھ لے۔ آج جو گرد و پیش میں بہت سے ''علامہ'' نظر آتے ہیں وہ ماشاء اللہ زیادہ تر ''علم لدنی'' پر انحصار کرتے ہیں، اس لئے دوران گفتگو ان کے ایک جملہ بولنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ جناب والا علامہ کتنے ہیں اور ''الا ہمہ'' کس قدر؟

ایک سچا عالم بستر مرگ پر بھی کتاب سے مستغنی نہیں ہوتا، آکسیجن سے کہیں زیادہ مطالعہ اس کی زندگی کی ضمانت ہوتا ہے۔ ہلدی کی گانٹھ ملنے پر کوئی چاہے تو پنسار بننے کا دعوی کر سکتا ہے مگر درجن ڈیڑھ کتابیں پڑھ اور سال چھ مہینے مطالعہ کر لینے سے کوئی اچھا ادیب اور اچھا خطیب نہیں بن سکتا۔ امام غزالی اڑتیس برس کی عمر میں جامعہ نظامیہ کے وائس چانسلر کے عہدے سے الگ ہو کر غور و فکر اور مطالعے کے لئے شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ دس سال بعد واپس ہوئے بچپن سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی، درمیان کے سات سال میں ان کے قلم سے ''تہافت الفلاسفہ'' اور ''المنقذ من الضلال'' جیسی کتابیں نکلیں۔ جنہوں نے فلاسفہ یونان کو بھی ہلا دیا۔ گویا غزالی جیسا شخص رئیس الجامعہ بننے کے بعد بھی مطالعے کا محتاج اور تلاش حق کا آرزومند رہا۔

مسائل دینیہ

سوال: کیامردہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ جواب: مردہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔
سوال: اگر کوئی شخص نماز جنازہ کے لئے وضو کرے اس وضو سے دوسری نمازیں پڑھ سکتا ہے۔
جواب: جی ہاں۔ بہ نیت عبادت جو وضو کیا جائے گا اس سے تمام نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، تلاوت قرآن و جملہ عبادات میں کوئی حرج نہیں۔
سوال: نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد دونوں ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا چاہئے یا سلام پھیر کر ہاتھ کھولنے چاہئیں۔
جواب: چوتھی تکبیر کے بعد دائی طرف سلام پھیرتے وقت ہی ہاتھ کھول دے، بائیں طرف سلام پھیرنے کے لئے ہاتھ باندھے نہ رکھے۔

ولا یعقد بعد التکبیر الرابع لانہ لا یبقیٰ ذکر مسنون حتیٰ یعقد فالصیحح انہ یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین (خلاصۃ الفتاویٰ)

ترجمہ: چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے نہ رہے اس لئے کہ اب کوئی ذکر مسنون باقی نہیں رہتا کہ ہاتھ باندھے رہے لہٰذا صحیح یہی ہے کہ (چوتھی تکبیر کے بعد) دونوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں طرف سلام پھیردے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''ہاتھ باندھنا سنت اس قیام کی ہے، جس کے لئے قرار ہو کما فی الدر المختار وغیرہ من السفار سلام وقت خروج ہے۔ اس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے'' (فتاویٰ رضویہ شریف)

لہٰذا چوتھی تکبیر کے بعد بھی ہاتھ باندھے رکھنا دائیں سلام پھیرتے وقت دایاں ہاتھ کھولنا بائیں سلام پھیرتے وقت بایاں ہاتھ کھول دینا جیسا کہ یہ رواج پڑ گیا ہے خلاف دلیل وغیر موافق سنت ہے۔

سوال: معصوم کون کون ہیں چار پانچ سال کے بچے کو معصوم کہنا کیسا ہے؟
جواب: اہل سنت کے عقیدے کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام وملائکہ عظام معصوم ہیں۔ ان کے علاوہ اور کسی کو معصوم کہنا عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے۔ بچوں کو مجازاً معصوم کہا جاتا ہے حقیقتاً وہ معصوم نہیں۔
سوال: کیا شوہر عورت کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے؟
جواب: شوہر اپنی بیوی کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے۔ صاحب بہار شریعت فرماتے ہیں:

''عوام میں جو مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے اور نہ ہی منہ دیکھ سکتا ہے محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

سوال: قبر میں مٹی ڈالنے کا طریقہ کیا ہے اور اس وقت کیا پڑھنا چاہئے؟
جواب: مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ پہلی بار منہا خلقنا کم پڑھے۔ دوسری بار وفیھا نعید کم پڑھے اور تیسری بار ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ پڑھے۔
سوال: کیا شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے؟
جواب: شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں۔ (بہار شریعت)
سوال: بعد نماز کے مصلیٰ کے گوشہ کو پلیٹ دینا کیسا ہے؟
جواب: بعد نماز مصلیٰ کو پلٹ دینے کا کوئی شرعی ثبوت نہ اس کی کوئی اصلیت وحقیقت ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔
سوال: قریب المرگ مسلمان کو تلقین کا طریقہ کیا ہے؟
جواب: تلقین کا حکم مبارک حدیث صحیح میں ہے سرکار دوعالم رحمت بے حد حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ ترجمہ: اپنے مرنے والوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔

تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ موت کے وقت حاضرین بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھیں لیکن مرنے والے کو اس کے پڑھنے کا حکم نہ دیں۔

آہ! ''ڈاکٹر ندیم شفیق ملک'' بھی راہی بقا ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر ندیم شفیق ملک مملکت خداداد پاکستان کے اہل علم وقلم میں نمایاں تھے۔ آپ کئی وزارتوں میں وفاقی سیکرٹری کے امور بھی سرانجام دیتے رہے اور پاکستان پرنٹنگ پریس کے مینجنگ ڈائریکٹر تھے۔ آپ پاکستان، قائداعظم، علامہ اقبال سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے ان تینوں موضوعات پر 70 سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ ختم نبوت کے موضوع سے بہت شغف تھا آج کل آپ ختم نبوت کے حوالے سے اہم تحقیقی کام کر رہے تھے۔ شیران اسلام پاکستان سے خصوصی محبت فرماتے تھے۔ ان کی اچانک وفات حسرت آیات سے بہت دکھ ہوا۔ ابھی دو تین ماہ قبل آپ کے ہاں حاضری دی تھی تو آپ نے اپنے تحریری کاموں سے آگاہ کیا اور اپنی لائبریری بھی دکھائی۔ فقیر کی کتاب "قائداعظم کا مسلک" کی بہت ہی تعریف فرماتے تھے۔ اور ماہنامہ الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان سے ہماری کئی امیدیں وابستہ تھیں مگر آہ! اب ان امیدوں پر پانی پھر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی بخشش فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریۃ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین

محترم جبار مرزا کی اہلیہ کا سانحہ ارتحال

وطن عزیز کے معروف اور چوٹی کے کالم نگار، مصنف شاعر، مقرر اور مجاہد ختم نبوت جناب جبار مرزا کی اہلیہ شائستہ جبار رانی حرکت قلب بند ہونے سے راہی ملک عدم ہو گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شیران اسلام پاکستان اور مجلّہ الحقیقہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ سانحہ ارتحال خوش گفتار اور بذلہ سنج جناب جبار مرزا صاحب کے لیے بہت جاں گداز ہے اللہ پاک انہیں اس موقع پر صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مرحومہ کی بخشش فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریۃ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین

مفسر قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کے برادر اکبر وصال فرما گئے

مفسر قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کے برادر اکبر سید افتخار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مفسر قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ اپنے برادر اکبر سے بہت محبت تھی۔ سید افتخار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ انگلش میں گولڈ میڈلسٹ تھے اکنامکس میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی، ایک سرکاری ادارے میں 22 ویں گریڈ کے آفیسر ریٹائرڈ تھے ساری زندگی نہایت ایمانداری دیانتداری عاجزی کیساتھ گزاری۔ شاہ جی کہا کرتے تھے کہ بڑا بھائی میرا مربی اور میں انکا پیر تھا۔

شیران اسلام پاکستان اور مجلّہ الحقیقہ مفسر قرآن علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ زید مجدہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ کریم اپنے حبیب کے صدقے شاہ صاحب کے برادر اکبر سید افتخار حسین شاہ علیہ رحمہ کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے۔ شاہ جی اور انکے اہلخانہ کو صبر عطا فرمائے۔ سادات کرام کے اس عظیم گھرانے پر ہمیشہ اپنی رحمتیں برکتیں نازل فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریۃ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین

محبتوں اور جرأتوں کا قافلہ رواں دواں

عشرہ یک جہتی کشمیر دستخطی مہم

کشمیر کو چل فورا نذرانہ جاں لیکر　　　اٹھ عشق و وفا پیشہ اللہ نبی وارث

''شیران اسلام پاکستان'' کے زیر اہتمام ''عشرہ یک جہتی کشمیر دستخطی مہم'' ملک گیر تحریک بن گئی، آزاد کشمیر، لاہور، چونڈہ، سیالکوٹ، نارووال، شکر گڑھ، ظفر وال، رحیم یار خاں، اسلام آباد، راولپنڈی، سبی اور کراچی میں کشمیری بھائیوں سے اظہار یکجہتی کے لیے اہلیان پاکستان اٹھ آئے اور ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر اس مہم میں اپنا حصہ ڈالا۔

''شیران اسلام پاکستان'' کے زیر اہتمام ''عشرہ یک جہتی کشمیر دستخطی مہم'' کا افتتاحی پروگرام پروفیسر صاحبزادہ حبیب احمد نظیری (امیر آزاد کشمیر) کی سرپرستی میں شیر شاہ غازی ہال، جامعہ اسلامیہ نظیریہ اسلام آباد میں منعقد ہوا۔ سینیٹر راجہ ظفر الحق اپوزیشن لیڈر سینٹ آف پاکستان نے اپنے دستخط سے ''عشرہ یک جہتی کشمیر دستخطی مہم'' کا آغاز کیا۔ بعد ازاں اسلام آباد کی معروف سیاسی و سماجی شخصیات نے اپنے دستخط ثبت فرما کر اس مہم میں حصہ لیا جن میں علامہ اویس نورانی، صدر جمعیت علماء پاکستان، جنرل حمید گل کے صاحبزادے نوجوان سکالر محمد عبداللہ گل چیئر مین تحریک نوجوانان پاکستان، علامہ خلیل الرحمٰن چشتی، علامہ ظہور الاسلام، عبدالرشید ترابی صدر جماعت اسلامی اآزاد کشمیر، سید ضیاء اللہ بخاری صدر جمعیت اہلحدیث، مولانا فضل الرحمان مدنی خیبر پختونخواہ، اکرم عابد پارلیمانی رپورٹر نمایاں تھے۔

اس موقع پر افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی ناظم اعلیٰ رانا محمد آفتاب احمد نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ لہو رنگ کشمیر، ہندوستان اور عالمی امن کے ٹھیکیداروں کے منہ پر تمانچہ ہے۔ مقبوضہ کشمیر 1948 سے اقوام متحدہ کا حل طلب مسئلہ ہے، قابض بھارتی فوج کا دہائیوں پر مشتمل ظلم وستم کشمیریوں کے جذبہ حریت کو نہیں دبا سکا۔ انہوں نے کہا کہ ظلم وستم سے کشمیریوں کی جدوجہد آزادی مزید مضبوط ہو رہی ہے۔ پر عزم اور جذبہ جہاد سے سرشار کشمیری عوام انشا اللہ اپنا حق لینے میں کامیاب ہوں گے۔ ''شیران اسلام پاکستان'' کے زیر اہتمام ''عشرہ یک جہتی کشمیر دستخطی مہم'' یکم فروری تا 10 فروری پورے ملک میں جاری رہے گی۔

اس موقع پر مزید اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر چہ اہل کشمیر پچھلے 72 سالوں سے ہندو بنیے کے ظلم وستم کا شکار رہے ہیں، ہر نیا سال ظلم و بربریت کے نت نئے ہتھکنڈوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے مگر اس بار تو ہندوستان میں نازی مودی کی سرپرستی میں ''ہندتوا'' کی پالیسی اپنے عروج پر ہے جہاں نہ صرف مسلمانوں کا جینا دوبھر ہو گیا ہے اور مقبوضہ کشمیر میں کرفیو لگا کر انسانیت سوز سرگرمیاں جاری ہیں بلکہ دنیا کی واحد اسلامی ملک پاکستان کی سلامتی کو خطرات درپیش ہو گئے ہیں۔ اکھنڈ بھارت کا ہدف علاقائی امن کو تاراج کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ وطن عزیز پاکستان کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں اور اہل کشمیر کی آزادی کے لیے بحیثیت قوم بلکہ ملت ہمیں ہر طرح تیار رہنا ہوگا۔ مقبوضہ کشمیر کے مظلوم بہن بھائیوں سے اظہار یکجہتی اور ان کی آواز کو کوچہ کوچہ قریہ قریہ پہنچانے کے لیے شیران اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ملک گیر ''عشرہ یکجہتی کشمیر دستخطی مہم'' (یکم فروری تا 10 فروری) منایا جائے گا جس میں سیاسی وسماجی قیادت، علماء ومشائخ، صحافی، وکلاء، دانشور اور زندگی کے متحرک شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے افراد اور نمائندگان اپنے دستخط ثبت کریں گے۔

اس موقع پر شیران اسلام پاکستان آزاد کشمیر کے امیر پروفیسر صاحبزادہ محمد حبیب احمد نظیری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اہل کشمیر سے لا الٰہ کا تعلق ہے اور کشمیری عوام کسی قوت کا تسلط تسلیم نہیں کرتے اپنا فیصلہ خود کرینگے، کشمیر پر صرف کشمیریوں کا حق ہے اور اس کے مستقبل کا فیصلہ صرف کشمیریوں کو کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت جتنی مرضی کوشش کرلے کشمیریوں کی آواز کو دبایا نہیں جاسکتا، ظلم کا شکار کشمیری تاریخ رقم کرتے جارہے ہیں، ان شاءاللہ ایک دن کشمیری ہندو بنیئے کے جبر واستبداد سے ضرور آزادی حاصل کرلیں گے۔ افتتاحی تقریب میں علماء مشائخ، صحافی، سول سوسائٹی، وکلاء، تعلیمی ماہرین اور شہریوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی اور اپنے دستخط ثبت کیے۔ شیران اسلام پاکستان کے زیراہتمام جاری "عشرہ یکجہتی کشمیر دستخطی مہم" میں شیخ الحدیث علامہ ظہور الاسلام نے اپنے دستخط سے مہم کا آغاز کیا اور مہم کی کامیابی اور مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔ مزید اظہار خیال کرتے ہوئے کشمیریوں کے جذبہ حریت سے لبریز مجاہدانہ کردار کو آزادی کا غازہ اور نئی سحر کی نوید قرار دیا۔

"عشرہ یکجہتی کشمیر دستخطی مہم" کا بڑا پروگرام علامہ حیدر علوی (مرکزی نائب امیر شیران اسلام پاکستان) کی قیادت میں منعقد ہوا مزید چونڈہ اور لاہور میں امیر شمالی پنجاب شہزادہ بٹ کی قیادت میں منعقد ہوا۔ شیران اسلام پاکستان" کے زیراہتمام "عشرہ یکجہتی کشمیر دستخطی مہم" ملک گیر تحریک بن گئی، آزاد کشمیر، لاہور، چونڈہ، سیالکوٹ، نارووال، شکر گڑھ، ظفروال، رحیم یار خاں، سبی اور کراچی میں کشمیری بھائیوں سے اظہار یکجہتی کے لیے اہلیان پاکستان امڈ آئے اور ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر اس مہم میں اپنا حصہ ڈالا۔

مرکزی قیادت کا دورہ جنوبی پنجاب وسندھ

مرکزی امیر حافظ محمد اظہر نعیم کی قیادت میں شیران اسلام پاکستان کی مرکزی کابینہ نے فروری کے پہلے عشرے میں جنوبی پنجاب کا تنظیمی دورہ کیا۔ جس میں رحیم یار خان، کوٹ مٹھن، راجن پور، خیر پور (سندھ)، چک باغ والا، بہاولپور، کہروڑ پکا، ملتان اور فیصل آباد میں تنظیمی ساتھیوں، علماء ومشائخ، صحافی، وکلاء اور ہم خیال احباب سے ملاقاتیں کیں۔ شیران اسلام پاکستان جنوبی پنجاب سیکرٹریٹ میں یوم یکجہتی کشمیر سیمینار مرکزی امیر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ امیر جنوبی پنجاب قاری عبدالحق نے صوبہ بھر میں تنظیم سازی کے ذریعہ شیران اسلام پاکستان کی روح پھونک دی ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہر پیروجواں مستعد وتیار ہے۔ رحیم یار خان، راجن پور، کوٹ مٹھن اور خیر پور سندھ میں ہر جگہ تنظیمی وتحریکی اجلاس منعقد ہوئے۔ دو بڑے پروگرام چک باغ والا اور کہروڑ پکا ملتان میں منعقد ہوئے۔ ناظم اعلیٰ جنوبی پنجاب یوسف پٹھان نے بہاولپور میں قیادت کو خوش آمدید کہا۔ فیصل آباد میں بڑی بیٹھک جناب ایاز لاشاری، ایڈمنسٹریٹر اوقاف فیصل آباد سے ہوئی جہاں انہوں نے مرکزی قیادت کو بھر پور خوش آمدید کہا اور حضرت نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری اور جناب عبدالرزاق ساجد سے نشست

مرکزی ناظم اعلیٰ محمد آفتاب احمد، پروفیسر صاحبزادہ حبیب احمد نظیری (امیر آزاد کشمیر)، شہزادہ بٹ، امیر شمالی پنجاب کی ڈاکٹر ظفر اقبال نوری چیئرمین مصطفائی تحریک اور جناب عبدالرزاق ساجد چیئرمین المصطفیٰ ٹرسٹ سے اسلام آباد میں خصوصی ملاقاتیں ہوئیں جہاں دونوں قائدین کو شیران اسلام پاکستان کا شائع کردہ ختم نبوت نمبر جلد دوم پیش کیا گیا وہیں تنظیمی کارکردگی سے آگاہ بھی کیا۔ انہوں نے شیران اسلام پاکستان کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے اسے حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی شب وروز کی محنتوں کا ثمر قرار دیا اور اپنے ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔

Monthly Mujjalah

AL-HAQIQA

Reg No: C.P.L.208

March 2021

